ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بِنْ عُمَرْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَاِنَّ صِقَالَۃَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَ مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، قَالُوْا: وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: وَلَوْ اَنْ تَضْرِبَ بِسَیْفِكَ حَتّٰی یَنْقَطِعَ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی اور جلا کے لیے تدبیر اور ذریعہ ہوتا ہے اور دلوں کی صفائی اور تزکیہ اللہ کے ذکر سے ہوتا ہے اور ذکر الٰہی سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی کوئی چیز نہیں، صحابہ نے عرض کیا۔ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا نہیں خواہ مجاہد کی تلوار کے ٹکڑے ہو جائیں۔

دورد شریف وہ وظیفہ ہے جو دنیا و
آخرت کے ہر کام کے لئے کافی ہے
اور یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ربیع الاول 1435ھ
جنوری 2014ء

تصوف

جمال باری کے آئینے

انسان بدن وروح کا حسین مرکب ہے۔ بدن کثیف مادے سے بنا ہے جبکہ روح لطیف ترین نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتی تجلی کا پرتو ہے، اور اسی کے سبب سے انسان اشرف المخلوقات ہے اور اسی کے سبب سے اسے فنا نہیں۔ بدن کی نشونما، صحت وحفاظت، آرائش وآرام کے لئے ربّ العالمین کا ایک وسیع ترین کارخانہ حیات رواں دواں ہے۔ زمین اپنے تمام تر خزانے انسان کے قدموں میں ڈھیر کرتی ہے تو سورج چاند ستارے اپنی تمام تر توجہ زمین پر مرتکز کئے ہوئے ہیں۔ یہ سب انسان کے ظاہری بدن کی خدمت بجالاتی ہیں جو روح کا مسکن ہے۔ روح کی نشونما، صحت، آرام وآرائش کے لئے اللہ کریم ایسے ماہر حیات بھیجتے رہے ہیں جنہیں انبیاءؑ کہا جاتا ہے۔ ان ہستیوں کے سینے اُن برکات سے لبریز ہوتے ہیں جو انسانی ارواح کے لئے دوا اور غذا کا کام دیتی ہیں۔ جیسے روح ظاہری آنکھ کو دکھائی نہیں دیتی ویسے ہی یہ برکات بھی ظاہراً نظر نہیں آتیں۔ یہ دل سے دل کو پہنچ جاتی ہیں۔ ان برکات سے روح کی صفائی کو ''تصوف'' کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کا دور رسالت قیامت تک محیط ہے آج بھی روح کے ہر زخم کا مرہم آپ ﷺ کے قلب منور سے مترشح ہو رہا ہے۔ اسلامی تصوف اُس قلب منیر (ﷺ) کی کرنوں کو اپنے دلوں میں اتارنے کا فن ہے۔ اس فن کے ماہرین کو ہر دور میں ''شیخ''، اہل اللہ یا صوفیاء کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے قلوب کے زنگ اتارے جاتے ہیں۔ قلوب کو صیقل کیا جاتا ہے اور اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ ایسے آئینے بن جائیں جن میں جمال باری مترشح ہو۔

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

جنوری 2014ء، ربیع الاول 1435ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 05

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	ابوالاحمدین	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
بعثت رحمت عالم	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	16
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	21
بیان ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	25
سوال و جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	30
اہمیت ذکر قلبی	مولانا محمود خالد، بہاول پور	34
کمال نسبتِ اویسیہ	نوید اشرف، واہ کینٹ	37
خواتین کا صفحہ	ام۔فاران، راولپنڈی	41
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	43
مساعی جمیلہ	محمد خان صاحب	46
Translated Speech	Ameer Muhmmad Akram Awan[MZ]	54
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain	56

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ .... وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ 28-29)

تم مردہ تھے، تخلیق کائنات کے بعد بھی بے جان ذرات تھے مختلف اغذیہ میں تمہارا وجود منتشر تھا تمہارے وجود کے آبی جز دنیا کے پانیوں میں شامل تھے۔ غرضیکہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی کے مختلف ذخائر میں تمہارا وجود دور دور تک منتشر اجزا پر مشتمل تھا پھر اُس کی قدرت کاملہ نے ان کو مختلف مراحل پر جمع فرمایا اور تمہارا تخم صلبِ پدر اور سینہ مادر میں جمع کیا پھر وہاں سے تمہارے وجود کی تعمیر شروع فرما کر تمہیں ایک خوبصورت وجود عطاء کر کے زندگی بخشی اور اس کا انجام بھی ایک موت ہے جو دوبارہ اجزائے جسمانی کو منتشر کر دیتی ہے یہ بات اکثریت کے حکم پر ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ سلامت رہتے ہیں اسی طرح مشاہدہ سے بھی ثابت ہے کہ شہداء کے اجسام صحیح رہتے ہیں۔

دراصل یہاں برزخ کی زندگی سے بحث نہیں کہ وہ ایک طرح سے عارضی قیام ہے نہ وہاں دار العمل ہے نہ دار الجزاء، بلکہ قیامت کا انتظار ہے اور قبر کا عذاب ثواب دراصل اپنی اصلی حیثیت کے مطابق اس انتظار گاہ میں ٹھہرنا ہے۔ سو یہاں صرف مستقل زندگی زیر بحث ہے کہ تمہارے اجزا کو جمع فرما کر تمہیں پھر سے زندگی دے گا جس کے بعد تمہیں کوئی فرصت عمل نصیب نہ ہوگی بلکہ خالق حقیقی کے پاس لوٹ کے جانا ہوگا، اس کی بارگاہ میں حاضری دینا ہوگی، اس کی پیشی میں کھڑا ہونا ہوگا۔

وہ ایسی کریم ذات ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہاری خاطر اور خدمت کے لئے پیدا فرمائیں، صرف اور صرف تمہاری خدمت کرنے کو تمام چیزیں پیدا کر دیں اور پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی تو انہیں ٹھیک ٹھیک سات درجوں میں درست فرمایا اور وہ ہر شے سے واقف ہے۔

یہ ارض وسماء یہ ان کی نعمتیں دن رات، سورج چاند، پھول پھل، کھیتی باڑی، دریا، سمندر، بجلی اور ہوا یہ سب قوتیں مخلوق ہیں اُسی نے پیدا فرمائی ہیں جو تمہارا خالق ہے۔ تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی ہیں۔ اب کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے کہ تم اپنے خالق کو چھوڑ کر اپنی خدمت پر مامور مخلوق کو اپنا معبود بنا لو اور پھر لطف یہ کہ وہ سب کچھ دیکھ بھی رہا ہے ہر شے سے ہر وقت واقف ہے اور پھر بالآخر تمہیں اس کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنی زندگی کا حساب بھی دینا ہے۔

اللہ رسول محمد

بیرونی ہاتھ؟

دہشت گردی کا کہیں بھی کوئی واقعہ ہو تو اسے بیرونی ہاتھ کا شاخسانہ قرار دے دیا جاتا ہے، یہ سوچے بغیر کہ اس کے پیچھے اندرونی عوامل بھی کارفرما ہیں۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردوں کا تعلق نہ صرف پاکستان کی سرزمین سے ہے بلکہ کسی سیاسی، مذہبی یا علاقائی گروہ کے سرگرم رکن بھی ہیں۔ لارنس آف عریبیا ایک کردار تھا لیکن اس کے مددگار علاقائی لوگ ہی تھے۔ پاکستان میں بھی کردار ریمنڈ ڈیوس کی پہچان کے ساتھ سامنے آیا جبکہ اور کتنے ریمنڈ ڈیوس پس منظر میں ہوں گے لیکن ان کے ساتھ کام کرنے والے ہمارے ہی بھائی بند ہیں جو چند ڈالر پر بک گئے۔ یہ بازار اب بھی گرم ہے۔ ایمان، غیرت، وطنیت اور عاقبت بک رہی ہے اور بہت ارزاں۔ چند ڈالر، ہوس اقتدار، ذاتی مفادات، شہرت، لیڈری کا شوق، اس بازار میں یہ سب سکے رائج الوقت ہیں۔ اسلام دشمن قوتوں کا طریقہ واردات آج بھی وہی ہے جو صدیوں قبل تھا۔ تاریخ بارہا اس کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ لیکن افسوس مسلمان اسے مومن کی فراست کے ساتھ دیکھنے سے قاصر ہیں، شاید وہ یہ متاع گراں مایہ گم کر چکے۔

تاریخ میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سے عیسائی حکمران ریجنالٹ کے مکالمے کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے لیکن کیا ہم اور ہمارے حکمران اس پر کان دھرنا پسند کریں گے؟ لحظہ بھر غور و فکر یہ سمجھنے کے لئے کافی ہوگا کہ نہ صرف ہمارے بلکہ مسلم امہ کے موجودہ ابتر حالات کے پیچھے کون سا بیرونی ہاتھ کارفرما ہے جو ہمارے ہی لوگوں کو پتلی کی طرح نچا رہا ہے اور تباہی کی اس حالت تک پہنچنے میں کون کون سے عوامل کارفرما ہیں۔

قیدی بننے کے بعد ریجنالٹ نورالدین زنگیؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سے یوں مخاطب ہوا:

"کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ ہم نے اسلام کو کہاں کہاں سے نکالا ہے۔ اسلام تو بحیرہ روم کے پار پہنچ گیا تھا۔ سپین سے اسلام کی پسپائی کیوں ہوئی؟ روم آپ کے ہاتھ سے کیوں نکلا؟ سوڈان میں اسلام دشمنی کی وجہ؟ ہم نے اسلام کے محافظوں کو خرید لیا تھا۔ آج بھی تمہارے حکمران ہمارے زرخرید غلام ہیں۔ ان کی ریاستوں میں مسلمان رہ گئے ہیں، اسلام ختم ہو گیا ہے۔ آپ کی قوم میں مذہب کو نیلام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم خریدار ہیں۔ اگر آپ جنگ و جدل کی بجائے اپنی قوم کو زر پرستی، لذت پرستی اور تعیش پسندی سے بچانے کی مہم چلائیں تو ہم یہاں ایک دن بھی ٹھہر نہ سکیں گے۔"

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں شکست کے بعد صلیبیوں کی کانفرنس ہوئی جس میں ان کے حکمران آگسٹس نے، جو اسلام دشمنی کو عبادت سمجھتا تھا، اس عزم کا اعادہ کیا:

"ہمیں اسلام کی بیخ کنی کرنی ہے۔ اس کی کردار کشی اور نظریات میں شکوک پیدا کرنا لازم ہے۔ مسلمانوں میں ایسی تہذیب رائج کرو جس میں کشش ہو۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو یہ مہم نسل در نسل سپرد کرتے رہیں گے۔"

اس میں کیا شک ہے کہ یہ مہم نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے۔ آج کا بیرونی ہاتھ اسی کا تسلسل ہے اور دشمن کی کامیابی ہماری اپنی کمزوریوں میں مضمر ہے کہ ہم نے اسلام کو جو ایک مکمل طرز حیات ہے، مساجد اور چند رسومات تک محدود کرتے ہوئے خود کو یہود و نصاریٰ اور ہنود کی تہذیب کا اسیر بنا لیا۔ ہمارے نظریات کے تانے بانے اس طرح بکھرے کہ دین کی اساس گم ہو گئی اور اس کی جگہ فروعات کی بناء پر نئے نئے فرقے جنم لیتے رہے۔ جہاد، جو ہماری طاقت کا راز تھا، اس کی جگہ فساد نے لے لی اور فرقہ پرستی کی بنیاد پر دست و گریبان ہونے اور قتل و غارت کو تقدس سمجھ لیا گیا۔ ابتری کے اس عالم کے باوجود کیا اب بھی ہم اس بیرونی ہاتھ کو پہچاننے سے قاصر رہیں گے!!

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر		نشانِ منزل
متاعِ فقیر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

''مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں،ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں،اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا''۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

آرزو

گل بداماں تھے کبھی جو دہر میں
چھن گیا اس قوم سے رنگ بہار
بے قراری ہے دل مسلم میں آج
جس نے بخشا تھا جہاں بھر کو قرار

ہے رواں اغیار کی راہوں پہ یہ
راہ سے بھٹکا ہے اس کا راہوار
کوئی تو راہوں کو اب روشن کرے
اس کی خاکستر میں ہیں شعلے ہزار

کوئی ہو جو تھام لے طوفان میں
اس بھٹکنے والے ناقہ کی مہار
غیر کے در کی گدائی سے بھلی
غیر کے ہاتھوں اگر مل جائے دار

اپنی راہوں سے جو بھٹکیں بد نصیب
ان کے چلنے کا بھلا کیا اعتبار
کاش کوئی خاک بطحا لا کے دے
قوم کے چہرے کو دیں پھر سے نکھار

ہو جبیں روشن خدا کے نور سے
ہو بحال اقوام میں اپنا وقار
اپنے حصے کا تو کر جاؤ فقیر
تم نہ آؤ گے جہاں میں بار بار

اَقوالِ شیخ

1۔ اگر گناہ ہو جائے اور اس پر فوری گرفت نہ ہو تو اس کا مطلب ہے اللہ کریم توبہ کا موقع دے رہے ہیں۔ بندے کی دانش سلامت ہو تو وہ توبہ کر کے اللہ کی رضا کو پانے کی کوشش کرے۔

2۔ جو لوگ غلطی کر کے اپنی غلطی کا جواز تلاش کرتے ہیں وہ اس لئے جواز بناتے ہیں کہ لوگ ملامت نہ کریں۔ جو اس روش کو اپناتے ہیں وہ لوگوں ہی کی عبادت کرتے ہیں۔

3۔ اگر خواہش کی تکمیل اللہ کے حکم کے مطابق کی جائے تو پھر اطاعت الٰہی شمار ہوگی اور کسی بھی خواہش کی تکمیل خلافِ شریعت کی جائے تو یہ اس خواہش کی عبادت ہوگی کہ اس وقت وہ خواہش ہی ایک بت بن جاتی ہے۔

4۔ ہر بندے کے پاس شکر ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرے۔

5۔ قرآن پر ایمان کی بنیاد اعتماد علی الرسول ﷺ ہے۔ ماننے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ یہ حضور ﷺ نے بتایا ہے۔

6۔ برائی پر فخر کرنا شعور کا فساد ہے۔ اگر بندہ مسلسل گناہ کرتا رہے تو ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا ایسا مزاج بن جاتا ہے کہ وہ بھلائی کو ناپسند کرتا ہے اور برائی کو پسند کرتا ہے۔

7۔ زندگی اللہ کے روبرو ہو کر گزاری جائے تو معاشرہ اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متصف ہوتا ہے۔ ماحول پاکیزہ اور معاملات کھرے ہوتے ہیں اور جب بندہ اللہ سے اوٹ میں چلا جائے تو زندگی اتباع رسالت سے دور اور من پسند طریقوں پر گزرتی ہے جس کا لازمی نتیجہ فساد، ابتری ہے۔

8۔ اللہ کریم کی شان سے بعید ہے کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔ اللہ کریم زیادتی نہیں کرتے لوگ اپنے ساتھ خود زیادتی کرتے ہیں اس کے انجام کو بھگتتے ہیں۔

9۔ جب اللہ پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر بندہ جھوٹے سہارے ڈھونڈتا ہے اور غیر اللہ سے امیدیں لگاتا ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

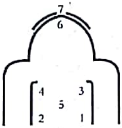

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

3 فروری 2013

بعثتِ رحمتِ عالم ﷺ

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدہ:15)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر قرآن کریم میں جگہ جگہ موجود ہے لیکن ایک بات قابل توجہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب ﷺ کا ذکر جہاں بھی فرمایا ہے وہاں نبوت و رسالت کے حوالے سے فرمایا ہے۔ یوں تو اس ماہ مبارک میں آپ ﷺ کی ولادت سعادت بھی ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت مبارک بھی اسی ماہ ربیع الاوّل میں ہے۔ اور آپ ﷺ کا وصال مبارک بھی اسی ماہ ربیع الاوّل میں ہے۔ قرآن کریم نے ان تینوں میں سے جس پر بحث فرمائی ہے وہ ہے بعثت عالی۔ رسالت، نبوت اور اس کی بات کی ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران:164)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:128)

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران:144)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (الفتح:29)

غرض جہاں بھی آپ دیکھیں گے قرآن کریم میں آپ ﷺ کی بعثت، آپ ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی نبوت کو موضوع بحث بنایا ہے۔ کن تاریخوں میں ولادت باسعادت ہوئی۔ کن تاریخوں میں بعثت ہوئی۔ کونسی تاریخ کو وصال مبارک ہوا۔ اس میں علماء کی تحقیقات ہیں۔ تاریخوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ ولادت باسعادت کے بارے اکثر علماء کی رائے، 9 ربیع الاوّل ہے۔ اور ایک بہت بڑی اکثریت 8 ربیع الاوّل کی طرف ہے۔ 12 ربیع الاوّل کے دن ولادت مبارک کا ذکر میں نے کہیں نہیں پڑھا۔ ہوگا شاید میں نے نہیں پڑھا۔ ہمارے بریلوی مکتب فکر کے بانی اور سرخیل اور عظیم انسان مولانا احمد رضا خان بریلوی بھی فرماتے ہیں کہ میری تحقیق کے مطابق ولادت باسعادت کا دن 8 ربیع الاوّل ہے۔ وہ 8 تاریخ پر زور دیتے ہیں۔ اکثر حضرات 9 ربیع الاوّل پر زور دیتے ہیں بہرحال وصال مبارک کے دن پر تقریباً سارے متفق ہیں کہ یہ 12 ربیع الاوّل کا دن ہے۔ 12 ربیع الاوّل کے بارے سیرت کی کتابوں میں جو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہؓ کی زندگی میں جو سب سے بھاری دن گذرا وہ 12 ربیع الاوّل تھا۔ صحابہؓ سراپا عشق تھے، سراپا محبت تھے اور اس دن مدینہ منورہ میں دن کو بھی رات لگتی تھی۔ مشرکین عرب، کفار، یہود و نصاریٰ اور منافقین نے اس دن خوشیاں منائی تھیں۔ ان سب کا خیال یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اب اسلام کا قصہ ختم ہوجائے گا اور یہ دین جو آپ ﷺ لائے تھے یہ آپ ﷺ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجائے گا۔ تو 12 ربیع الاوّل کو خوشی منانے کی ابتداء مشرکین عرب، کفار، یہود و نصاریٰ اور منافقین نے کی۔

باہر کا تو نہیں پتہ لیکن ہمارے علاقے میں تو اب تک لوگ

12 ربیع الاوّل کو حلوہ، چاول بناتے اور غریبوں میں تقسیم کرتے اور اس دن کا نام بارہ وفات رکھتے تھے۔ اس دن حضورﷺ کا وصال ہوا۔ غریبوں میں کھانا تقسیم کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے وہ آباء واجداد جنہیں ہم ان پڑھ کہتے ہیں جاہل سمجھتے ہیں وہ ہم سے زیادہ سمجھدار تھے۔ وہ خوشی نہیں مناتے تھے۔ جلوس نہیں نکالتے تھے۔ کچھ نہ کچھ شرینی پکا کر غریب غرباء کو، رشتہ داروں کو دیتے۔ ہاں سیرت کے بارے جلسے سارا سال ہوتے رہتے تھے اور ہوتے رہنے چاہئیں۔ جس ہستی کا ذکر خیر عین نماز میں ہم بار بار کرتے ہیں السلام علیک ایھا البنی، اشھدان محمد رسول اللہ، اللھم صلی علی محمداً، یہ ساری نماز کی آیتیں ہیں۔ تو جس ہستی کے ذکر کو اللہ کریم نے سب سے اعلیٰ عبادت اور قرب الٰہی کے سبب میں سمو دیا اس کا ذکر خیر کیوں نہ کیا جائے۔ ہر مقام پر کیا جائے، ہر جگہ کیا جائے لیکن اس کے اپنے آداب ہیں۔ جب بھی ذکر خیر ہو عظمت رسالت کو بھی ذہن میں رکھا جائے۔ کیونکہ وہاں ارشاد ہے۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:2) نبیﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جس طرح آپس میں باتیں کرتے ہو اس طرح بے تکلفی سے بھی بات نہ کرو۔ اور اگر آواز بلند ہوگئی یا آپ نے روایتی انداز میں بات کی اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:2) تو تمہاری ساری نیکیاں ضائع کردی جائیں گی۔ کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔ اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔ بلکہ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کی نسبت اگر اصواتکم کی طرف کی جائے تو معنی یہ بنتا ہے کہ غیر شعوری طور پر بھی اگر تمہاری آواز بلند ہوگئی ارادتاً نہ بلند کی غیر شعوری طور پر ہوگئی تب بھی ساری نیکیاں ضبط ہوگئیں۔ اور جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو اس کے مخاطب میں اور آپ نہیں تھے۔ ہم تو بالواسطہ اب مخاطب ہیں اس وقت سامنے وہ لوگ تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ کے دکھ اور تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ جنہوں نے بدر واحد میں داد شجاعت دی، شہید ہوئے جنہوں نے قربانیاں دیں۔ جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کو سینچا، وہ مخاطب تھے کہ سب ٹھیک ہے لیکن اگر غیر شعوری طور پر بھی آپ کی آواز حضورﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تو تمہاری نیکیوں کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اب آپ قرآن کریم کے اس انداز کو سامنے رکھیں اور آج جس طرح ربیع الاوّل منایا جاتا ہے اس کو ساتھ رکھیں تو کیا سمجھ آئے گی، کیا ہو رہا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی تحقیق سے 12 ربیع الاوّل ولادت کا دن ثابت نہیں۔ دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ ولادت باسعادت بہت مبارک ہے اس کا ذکر کرنا عین ثواب ہے لیکن ذکر کے آداب ملحوظ رکھے جائیں۔ بہت اچھی بات ہے ہم باوضو مساجد میں جمع ہوں۔ علماء سے ذکر خیر سنیں۔ گھروں میں ذکر رسولﷺ کریں، باوضو نہیں ہوسکتے تو کم از کم طہارت تو کی ہو، آدمی کا جسم تو پاک ہو۔ پھر سننے کے آداب ہیں۔ توجہ سے، خاموشی سے، ادب سے سنیں۔ بیان کرنے کے بھی آداب ہیں کہ بیان کرنے والا گلا پھاڑ پھاڑ کر بیان نہ کرے۔ عظمت رسالت پیش نظر رکھے اور ادب واحترام سے بات کرے۔ یاد رہے کہ حضورﷺ کی ولادت باسعادت سے جو فوائد مادی بھی ہوئے وہ صرف مومن کو نہیں ہوئے، اس میں مومن وکافر برابر کے شریک ہیں۔ مصیبتیں ٹل گئیں، ظالموں کے قلعے ہل گئے۔ اللہ کی رحمت کی بارشیں ہونے لگیں۔ لوگ آسودہ حال ہوئے۔ لیکن کیا صرف مسلمان ہوئے؟ اسلام کی ابتداء تو بعثت عالیٰ سے ہوتی ہے تو ولادت باسعادت سے دنیا کو جو مادی فوائد حاصل ہوئے اس کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا کہ جب میں آیا تو اللہ کریم نے اجتماعی عذاب روک دیئے۔ تو عذاب مومنین پر تو نہیں آتے تھے، کفار پر آتے تھے ظالموں، بدکاروں پر آتے تھے، مومن کے لئے جو راستہ قرآن کریم نے بتایا وہ راستہ ہے بعثت عالی کو یاد کرنے کا۔ اور فرمایا خوب سن لو قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ اس چھوٹے سے جملے میں سمندر سمو دیا ہے۔ انسانی مزاج ہے یہ حادثوں کے انتظار میں رہتا ہے۔ جب کوئی حادثہ ہوتا ہے سب جمع ہوجاتے ہیں۔ بھائی بھائی سے روٹھ جاتا ہے اور بات نہیں کرتا، اولاد والدین سے روٹھ جاتی ہے۔ دوست

دوستوں سے روٹھ جاتے ہیں۔ کوئی حادثہ ہوتا ہے ان میں سے کوئی مرجاتا ہے کوئی گر جاتا ہے، کوئی زخمی ہوجاتا ہے پھر سارے جمع ہوجاتے ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس آپ منتیں کرتے رہو، وفد بھیجتے رہو، منانے کی کوششیں کرتے رہو بات نہیں سنتے لیکن اسی بندے پر کوئی مشکل آجائے تو سارے جمع ہوجاتے ہیں۔ یعنی اسی انتظار میں تھے کہ اس کے ساتھ کچھ ہو تو سارے اکٹھے ہوجائیں۔ یہ مزاج انسانی ہے اور ہم روز دیکھتے ہیں۔ اللہ کریم نے حتمی طور پر فرمادیا ہے کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور، جامع و مکمل نور، ہدایت پہنچ چکی، اب قیامت تک ایسا کوئی حادثہ رونما نہ ہوگا۔ کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ کوئی نئی نبوت نہیں ہوگی۔ کبھی فرشتہ احکام لے کر نہیں آئے گا وحی نہیں آئے گی۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا قَدْ جَآءَكُم تحقیق آچکا تمہارے پاس مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے نور ہدایت وہ نور کامل حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس نور کے ساتھ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ واضح کتاب بھی آچکی، اب کوئی نہیں آئے گی۔ کتاب بھی آچکی جو نصاب زندگی بھی ہے جس میں اللہ کی ذات پر بھی بات ہے، اس کی صفات پر بھی بات ہے۔ بندے اور اللہ کریم کے تعلقات پر بھی بات ہے۔ بندے کے عقائد و نظریات پر بھی بات ہے۔ اس کے اعمال و کردار پر بھی بات ہے۔ پہلے ادیان اور پہلی قوموں کے قصے بھی ہیں۔ آنے والے واقعات کی خبر بھی ہے۔ حتیٰ کہ موت بعد الموت، برزخ، قیام قیامت، اور اس کے بعد میزان عدل، پل صراط اور جنت و دوزخ میں داخلے تک کی بات اس میں موجود ہے۔ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ جو ہونا تھا ہو چکا اب ساری انسانیت کو چاہیے اسی پر جمع ہوجائے اسی کی طرف توجہ دے۔ کوئی اور ایسا حادثہ اب نہیں ہوگا۔ کوئی اتنا عظیم واقعہ اب اس کے بعد نہیں ہوگا۔

اس آیہ کریمہ میں بھی حضور ﷺ کی ذات سے منسلک ہونے کی ہدایت فرمائی کہ حضور ﷺ کی ذات ہی نور ہے۔ یہاں سے کچھ لوگوں کو یہ دھوکہ بھی لگتا ہے کہ وہ اس بات سے انکار کر بیٹھتے ہیں کہ اللہ نور کہہ رہا ہے ہم حضور ﷺ کو بشر کیوں کہیں۔ بشریت کا انکار گویا نبوت کا انکار ہے۔ حضور ﷺ خیر البشر ہیں۔ کوئی دوسرا البشر آپ ﷺ کے سایہ مبارک جیسا بھی نہیں ہے۔ لیکن انکار بشریت نبوت کا انکار ہے کیونکہ نبوت و رسالت صرف بشر کو ملی ہے نہ فرشتے کو ملی ہے جو نوری مخلوق ہے، نہ جن کو ملی ہے۔ آپ ﷺ بشر ہوتے ہوئے مجسم نور ہدایت ہیں۔ آپ ﷺ کا وجود نور ہدایت ہے، آپ ﷺ کے ارشادات نور ہیں۔ آپ ﷺ کے اعمال نور ہیں۔ جس کا حکم دیا وہ کرنا نور ہے۔ جس سے روک دیا وہ نہ کرنا نور ہے۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد کے خلاف کوئی بات سوچنا، کوئی عقیدہ بنانا، کوئی عمل کرنا یہ سارا ظلمت ہے۔

بعض حضرات اسے بدعت کہتے ہیں جو کرتے ہیں وہ اس بات سے بہت چڑتے ہیں اور اس کے خلاف بہت لکھتے ہیں۔ بدعت کیا ہوتی ہے؟ بدعت کے بارے وعید بڑی سخت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے كل بدعة ضلالة، ہر بدعت گمراہی ہے۔ وكل ضلالة في النار او كماقال رسول اللہ ﷺ ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے کا سبب بنتی ہے، دوزخ میں لے جائے گی۔ بدعت کیا ہے؟ بدعت عربی کا لفظ ہے اور لغت میں اس کا معنی ہے کوئی نیا کام شروع کرنا۔ شرعی اعتبار سے بدعت وہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرنا جس کی اصل شریعت میں نہ ہو اور اُس کو باعث ثواب سمجھنا، نہ کرنے کو گناہ سمجھنا یہ بدعت ہے۔ یہاں جو دلائل دیے جاتے ہیں وہ عجیب قسم کے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں لوگ چائے نہیں پیتے تھے، ہم چائے پیتے ہیں تو یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ چائے پینے کو کوئی باعث نجات یا نہ پینے کو باعث عذاب نہیں سمجھتا۔ اگر لباس میں یا حالات میں تبدیلیاں آئی ہیں تو اُسے کوئی باعث ثواب یا عذاب نہیں سمجھتا۔ اگر اس کو آپ نجات کا سبب اور نہ کرنے والے کو گناہگار سمجھ لیں گے تو یہ بدعت شرعی بن جائے گی۔ اور بدعت شرعی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔ دیکھیں عشق و محبت کی جب بات آتی ہے تو یہ جو دنیوی عشق کہا جاتا ہے یہ حقیقی عشق و محبت نہیں ہوتی۔ یہ

ہمارے آپس میں اپنی خواہشات کے سودے ہوتے ہیں جسے ہم محبت کہتے ہیں یہ سودابازی ہوتی ہے۔ اب سب سے زیادہ محبت تو والدین کو اولاد سے ہوتی ہے۔ لیکن ان کے پیچھے بھی ان کی خواہشات ہوتی ہیں۔ بیٹا بڑا ہوگا افسر بنے گا۔ بیٹا پیسہ لائے گا۔ وہی بیٹا جسے جھولے جھلاتے جھلاتے وہ تھکتے نہیں تھے اگر بڑا ہو کر روزگار نہ کرے۔ کام کاج نہ کرے کما کر نہ لائے تو اُسے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ بد دعائیں دیتے ہیں گھر سے نکال دیتے ہیں۔ کہاں گئی وہ محبت۔ محبت تو محبت ہے لیکن وہ تو محبت چلی جاتی ہے۔ اس سے پتہ چلا یہ محبت نہیں ہے یہ ہماری ضرورتوں کے سودے ہیں۔ جس کے ساتھ ہمیں کوئی ضرورت ہوتی ہے اس کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے وہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے یا اگلا ضرورت پوری نہیں کر سکتا محبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ عشق و محبت بندے کے اختیار سے باہر ہے، بڑا طاقتور جذبہ ہے۔ عشق میں حدود و قیود کوئی نہیں رہتیں۔ یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ سب بجا ہوگا لیکن یہ بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ ہے یہاں عشق بھی بے قابو نہیں ہو سکتا۔ پابند ہے آدابِ رسالت کا۔ بارگاہ رسالت کے آداب کا عشق وجنوں بھی پابند ہے۔ محبت وعشق اگر کیا تو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ کیسے عجیب لوگ تھے۔ ایک بزرگ صحابی تھے اُن کی ایک ٹانگ بھی تھوڑی سی ناکارہ تھی۔ چلنے میں پاؤں گھسیٹ کر ایک انداز سے چلتے تھے۔ چار بیٹے ان کے اُحد میں شریک ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ بیٹوں نے بڑا سمجھایا کہ ہم آپ کے وجود کا حصہ ہیں چار بھائی جا رہے ہیں۔ گھر میں دیکھ بھال والا کوئی نہیں۔ سودا سلف لانے والا کوئی نہیں۔ آپ بزرگ آدمی ہیں چل پھر سکتے نہیں۔ تو آپ گھر کی نگہداشت کریں ہم آپ ہی کے وجود کا حصہ ہیں۔ فرمایا میں جاؤں گا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور ﷺ آپ ہمارے والد سے فرمائیے کہ یہ گھر رہ جائیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ انہوں نے اپنے آپ کو لے کر جنت میں جانا ہے تو کیا یہ نہیں چاہتے کہ میں اس ٹانگ کو جس کو گلیوں میں گھسیٹا پھرتا ہوں میں اسے جنت کے باغوں میں گھسیٹوں؟ میں کیوں پیچھے رہوں۔ احد میں شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی کہ شہدا کو یہاں دفن کیا جائے گا لیکن اگر کوئی اپنے شہید کو مدینہ منورہ لے جانا چاہتا ہے تو اس کی اجازت ہے۔ اُن کے بیٹوں نے چاہا کہ انہیں مدینہ منورہ لے جائیں۔ جب وجود مبارک اُن کا اونٹ پر رکھا تو اونٹ نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ اتار دیتے تو اونٹ کھڑا ہو جاتا۔ اوپر رکھ دیتے تو کھڑا نہ ہوتا۔ پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے کہ یہ واقعہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ان کا دوست، کوئی ان کا ساتھی ان کے ساتھ بھی ہوگا؟ معلوم ہوا فلاں آدمی ساتھ تھا۔ اُسے بلایا گیا۔ وہ حاضر ہوا پوچھا کوئی بات ان کی تمہارے ذہن میں ہے۔ عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! جب ہم یہاں جمع ہوئے صفیں بن رہی تھیں۔ ہم دونوں اکٹھے تھے تو انہوں نے کہا، میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ پھر تم دعا کرنا میں آمین کہوں گا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے دعا کی کوئی چوٹی کا کافر میرے ہاتھوں آج قتل ہو اور اس کی زرہ اور تلوار مجھے غنیمت مل جائے اور میں وہ لہراتا ہوا پھروں اور کافروں کا دل جلاؤں، انہوں نے آمین کہی۔ پھر انہوں نے دعا کی کہ یااللہ میں آج تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ یہیں دفن ہوں اور قیامت کو اٹھوں تو یہیں میدان احد سے اپنی ٹانگ گھسیٹتا ہوا اٹھوں۔ تو میں نے آمین کہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی تو دعا قبول ہو چکی ہے۔ یہ تو نہیں جائے گا یہ تو یہیں رہے گا۔ چنانچہ انہیں وہی دفن کیا گیا۔ آپ محبت کے انداز دیکھیں۔ ایک صحابیؓ کو عشاء کے بعد گھر سے ایک بچہ آ جاتا تھا پکڑ کر گھر لے جاتا۔ سحری کو پکڑ کر مسجد نبوی میں چھوڑ جاتا۔ سارا دن کام کاج کرتے تھے۔ تو کسی نے پوچھا عجیب بات ہے عشاء پڑھنے تک تو آپ ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو دیکھتے ہیں سنتے ہیں۔ عشاء کے بعد آپ کو دکھائی نہیں دیتا اور فجر کے وقت بھی دکھائی نہیں دیتا۔ بچہ پکڑ کر لے آتا ہے پھر نماز کے بعد تو آپ ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔ یہ کیا عجیب مرض ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ جب عشاء پڑھا کر واپس تشریف لے جاتے ہیں تو حجرے مبارک جانے تک

میں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب حضورﷺ حجرہ مبارک میں داخل ہوجاتے ہیں میں آنکھ بند کرلیتا ہوں کہ دن کی آخری نظر میری حضورﷺ پر پڑے۔ اور مجھے بچہ پکڑ کر گھر لے جاتا ہے صبح میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے فجر پر لاتا ہے۔ جب حضورﷺ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے ہیں مجھے احساس ہوتا ہے تو میں آنکھ کھول دیتا ہوں کہ میری پہلی نظر بھی حضورﷺ پر پڑے۔ میں دن کی ابتداء بھی حضورﷺ پر اپنی پہلی نگاہ سے کرتا ہوں اور دن کی انتہا بھی حضورﷺ پر نگاہ سے کرتا ہوں پھر آنکھ بند کرلیتا ہوں۔

بعض حضرات بیٹھے ہوئے تھے وصال نبویﷺ کی خبر سنی پھر ساری عمر اٹھ نہیں سکے وجود منجمد ہوگیا۔ اس سب کے باوجود اتنے عشق اور جانثاری کے باوجود انہیں خطاب ہو رہا ہے کہ خبردار اونچا دم مت مارنا۔ تو پھر جو بدتمیزی آج ہو رہی ہے یہ کونسا اسلام ہے۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت ان لوگوں پر ہوتی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ وہ نبی کریمﷺ کو ہر جگہ ہر حال میں ہر وقت حاضر وناظر سمجھتے ہیں۔ اور پکار کر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اب آپ نے گھر میں اگر کسی کو سلام کہنا ہے تو کیا لاؤڈ اسپیکر پر کہیں گے؟ کیا یہ رفع صوت نہیں ہے؟ کیا یہ اس بارگاہ میں آواز کی بلندی نہیں ہے؟ یہ تو بڑا جرم ہے۔ پتہ نہیں یہ کیا سوچتے ہیں کچھ سمجھ نہیں آتی لوگوں کی سوچ وفکر کی۔ دین جو آخرت کے لئے تھا اُسے لوگوں نے دنیاوی شوشا کا، دنیاوی عہدہ بنانے کا اور چندے جمع کرنے کا، دولت اکٹھی کرنے کا ذریعہ بنالیا اور سب سے بدتر مخلوق وہ ہے جو دین کو دنیا کا ذریعہ بنالے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا کہ اسے خرافات روایات میں ضائع نہ کرو۔ اپنی خواہشات کے پیچھے مت بھاگو دیکھو کون تشریف لایا ہے جس کی ہر ادا نور ہے۔ نور ہدایت ہے۔

دو ہی چیزیں ہوتی ہیں جب ہم کوئی جملہ کہتے ہیں یا اس میں نور ہوتا ہے یا ظلمت ہوتی ہے۔ ہم کوئی کام کرتے ہیں یا اس میں نور ہوتا ہے یا ظلمت ہوتی ہے۔ یا کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام نور اور ظلمت سے خالی نہیں۔ تو نور کہاں سے آتا ہے؟ فرمایا سارے کا سارا نور، ساری انسانیت کو نصیب ہوتا ہے، قیامت تک نصیب ہوتا رہے گا۔ وہ ہے محمد رسول اللہﷺ کا وجود پاک، آپﷺ کی نبوت ورسالت، آپﷺ کے ارشادات، آپﷺ کے احکامات، آپﷺ کے اوامر ونواہی، آپﷺ کا اتباع، آپﷺ کی غلامی ہر وہ بات جو حضورﷺ کی اطاعت میں کی جائے، ہر وہ کام جو حضورﷺ کی اطاعت میں کیا جائے وہ نور ہے۔ یہ وہی نور ہے جو لوگوں کے پاس پل صراط پر ہوگا۔ عرصہ محشر میں جو اپنا نور لے کر چلیں گے یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے حضور اکرمﷺ کی ذات سے اطاعت وفرماں برداری کرکے، صحیح عقیدے سے صحیح اطاعت کرکے نور حاصل کیا ہو۔ انہی کے پاس نور ہوگا۔ قرآن کریم فرماتا ہے، منافقین کہیں گے یار کچھ روشنی تو ہمیں بھی دے دو۔ وہ کہیں گے واپس جاؤ یہ جہاں بٹتی رہی تھی وہاں سے لے کر آؤ اگر جا سکتے ہو۔ اب یہاں کوئی نہیں دے گا تمہیں۔ دنیا میں تو عام تھی جس کا جی چاہے نور ایمان حاصل کرے، جس کا جی چاہے نور اتباع حاصل کرے۔ وہاں تو صلائے عام تھی اللہ کے بندے ساری عمر تمہیں دعوت دیتے رہے۔ مؤذن سے لے کر مبلغ تک، ہر فرد تمہیں پکارتا رہا۔ وہاں تو مفت بٹ رہا تھا۔ وہاں تم نے لیا نہیں، یہاں تمہیں کون دے گا۔ واپس جاؤ اگر جا سکتے ہو تو۔ اور فرمایا کتاب مبین ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے نزول سے لے کر قیامت تک کے لئے ہر مسئلے پر رہنمائی کرتی ہے۔ مسلمان کے لئے جس کا عقیدہ ہے اس کے لئے تو یہ بات ہی کافی ہے لیکن جو غیر مسلم ہے اسے بھی سوچنا چاہیے کہ قرآن کریم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پیشتر انسانی تخلیق کے جو مدارج ومراحل یا Process بتائے کیا جدید سائنس اس سے کچھ زیادہ دریافت کرسکی ہے؟ سورج چاند کی گردش کی بات کی اس زمانے میں قرآن نے جس زمانے میں سائنسدان کہتے تھے کہ سورج ساکن ہے زمین اس کے گرد گھومتی ہے۔ قرآن نے کہا کہ سورج چاند سب آسمان میں تیر رہے ہیں اپنی اپنی منازل، اپنے اپنے سفر کے مطابق، اس سے آگے پیچھے نہیں

جاسکتے۔ چودہ سو سال گھوم پھر کر سائنس یہاں پہنچی۔ چلو علوم الٰہیہ میں تو کافر کے پاس پرکھنے کی کوئی بات نہیں جب تک ایمان نہ لائے لیکن یہ جو حوادثات، واقعات یا تاریخی واقعات یا قوموں کے قصے یا اگلے ادیان کی بات جو مٹ چکے تھے، کتابیں مرورِ زمانہ کی نذر ہو چکی تھیں، ان میں چیزیں بدل چکی تھیں، آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک نازل ہونے والے تمام ادیان کے عقائد کی بنیاد اور ان کے اعمال و کردار، قوموں کے کردار اور ان پر وارد ہونے والے حالات و واقعات، برائی پر وارد ہونے والی تباہی، یہ سارے قصے بھی قرآن نے بیان کر دیے۔ کہیں سے کوئی غلط ثابت کر سکا؟ جو مادی امور کے بارے، جو قرآن نے درختوں کے پیدا ہونے، فصلوں کے اگنے، بارش کو اس کا سبب بننے یہ سارے قصے جو قرآن نے بیان کیے، کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان اس کی تردید کر سکا؟ اگر مادی معاملات کی تردید ممکن نہیں تو جو علوم الٰہیات ہیں ان کی تردید کون کر سکتا ہے؟ تو فرمایا کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ مبین ہوتی ہے سب سے زیادہ بیان کرنے والی، ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی، عقائد و نظریات سے لے کر کردار و عمل تک ہر چیز کو بیان کرنے والی کتاب آ گئی۔ اب تمہارا کام صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نور ہدایت حاصل کرو اور اللہ کی اس کتاب سے جو نبی ﷺ ہی لائے اس کو اپنا رہنما بناؤ، اس کو پڑھو، اس کو سمجھو، اس پر عمل کرو اور قرب الٰہی کے اعلیٰ منازل پاؤ۔ جب یہ سب کچھ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ ذکر رسول ﷺ سے روکتے ہیں۔ بھئی کیسی عجیب بات ہے۔ ذکر رسول ﷺ سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔ ذکر رسول اللہ ﷺ تو نام نامی لے کر کہیں السلام علیک یا ایھا النبی کہیں، اسم مبارک لے کر، اشھدان محمد رسول اللہ، اللھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید، یہ نماز میں موجود ہے بھائی۔ اٹھتے بیٹھتے کرو، چلتے پھرتے کرو لیکن اسے تماشہ نہ بناؤ۔ اس کے آداب کا خیال رکھو۔ پھر ربیع الاول میں یہ بھی خیال رکھو کہ نورِ مجسم، اللہ کا وہ حبیب ﷺ، کہ جس کے سامنے سوال عرض کیا جاتا تھا تو جواب اللہ کریم کی طرف سے بذریعہ وحی آتا تھا، اس کے وصال مبارک کا بھی دن ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں، ایک دن آپ ﷺ نے سیدنا فاروق اعظمؓ سے فرمایا کہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خیریت دریافت کر آئیں کہ نبی کریم ﷺ ان سے بہت شفقت فرماتے تھے اور اُن کی خیریت دریافت کرنے جایا کرتے تھے۔ ام ایمن حضور ﷺ کی بہت پرانی بہت مخلص، بہت اچھی خادمہ تھیں۔ ان کے واقعات میں ملتا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو اکیلی چل نکلیں مدینہ منورہ کی طرف۔ تو راستے میں جب بہت دھوپ اور گرمی تھی تو بہت پیاس لگی جب پیاس نے بہت ستایا پیاس حد سے بڑھ گئی۔ لاچار ہو گئیں۔ تو فرماتی ہیں میں نے ایسے آواز سنی جیسے کوئی بڑا پرندہ اڑتا ہے اور زور زور سے پر مارتا ہے اور ٹھک ٹھک کی آواز آتی ہے۔ تو میں نے اوپر دیکھا کہ کیا ہے تو میں نے دیکھا کہ ایک ڈول نیچے آ رہا ہے رسی سے بندھا ہوا۔ وہ میرے سامنے آ کر رک گیا اور اس میں بہت مزیدار پانی تھا میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ غالباً روزے سے بھی تھیں افطاری کا وقت ہوا، پانی آ گیا۔ فرماتی تھیں اس کے بعد کبھی زندگی میں مجھے پیاس نہیں لگی۔ گرمیوں میں روزے رکھتیں، بیت اللہ شریف جاتیں تو دوپہر کو طواف کرتیں اور گرمی میں اکثر روزے رکھتیں اور فرماتیں مجھے پیاس نہیں لگتی۔ اس دن کے بعد سے مجھے پیاس نہیں لگتی۔ حضور ﷺ ان پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ضعیف ہو گئیں تھیں تو حضور ﷺ خود ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی سنت ہے چلو ام ایمنؓ کی خیریت پوچھ آئیں۔ دونوں ہستیاں، ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ ان کی خیریت پوچھنے گئے تو وہ بہت روئیں، بہت روئیں۔ تو انہوں نے عرض کی کہ آپؓ کیوں اتنا رو رہی ہیں حضور ﷺ کا وصال ہوا ہے پر حضور ﷺ تو ہم سے جدا نہیں ہوئے۔ دنیا سے پردہ فرما گئے، آج بھی حضور ﷺ ہی کی شفقت، حضور ﷺ ہی کی رحمت، حضور ﷺ ہی کی برکات ہیں اور قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت

بھی رہے گی، برکات بھی رہیں گی۔فرمایا میں اس لئے نہیں رو رہی۔ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ یہ وہ ہستی تھی جس کی خدمت میں ہم جاتے، عرض کرتے تو جواب عرش الٰہی سے آتا تھا۔حضور ﷺ کے وصال سے وہ نعمت ختم ہوگئی، وحی منقطع ہوگئی۔اب کبھی جبرئیل امین کسی کا جواب لے کر نہیں آئیں گے۔ہمیں تو حضور ﷺ کے طفیل یہ مقام حاصل تھا کہ ہم سوال حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے جواب اللہ کریم کی طرف سے آتا، وحی آجاتی۔آپ ﷺ کے وصال مبارک سے یہ عظیم نعمت ہم سے ختم ہوگئی۔اب قیامت تک وحی نہیں آئے گی۔ دیکھنے کے انداز ہیں نا کہ ایک ہی بات کو کون کس نظر سے دیکھتا ہے۔تو یہ کہہ دینا کہ جی یہ کہتے ہیں حضور ﷺ کا ذکر نہ کیا جائے۔ یہ تو زیادتی ہے، بہتان ہے۔کوئی ایسا مسلمان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر نہ کیا جائے۔جن کا ذکر خیر خود نماز میں موجود ہے، ان کا ذکر خیر نہ کیا جائے تو کس کا کیا جائے۔ دنیا اور آخرت کے ہر دکھ کی دوا درود شریف ہے۔لوگ مختلف وظیفے مختلف مقاصد کے لئے پڑھتے ہیں، درست ہے سنت میں بھی ملتے ہیں، بزرگوں سے بھی ملتے ہیں۔لیکن درود شریف وہ وظیفہ ہے جو دنیا و آخرت کے ہر کام کے لئے کافی ہے اور یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ ہر وقت ذکر رسول ہو، اس کے علاوہ ہمارے پاس رکھا کیا ہے؟ گھروں میں ہو مساجد میں ہو۔ دوکانوں میں ہو، دفاتر میں ہو۔لیکن ہو اُس ہستی کی شان کے مطابق، اس کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

بریلوی حضرات بھی بڑے دور کی کوڑی لائے اور بڑی تلاش کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ 630ھ میں یعنی ساتویں صدی ہجری میں اس کی ابتداء ہوئی۔اور وہ ابتداء اس طرح نہیں ہوئی جس طرح آج ہے۔اس میں وہ فرماتے ہیں طلمسان ایک شہر ہے الجزائر کا وہاں کا حکمران جو تھا اُسے کسی عالم نے سیرت پاک پر ایک کتاب لکھ کر پیش کی۔وہ بہت خوش ہوا۔اُسے ایک ہزار اشرفی انعام میں دی۔اور دعوت کر کے اہتمام کیا تمام علماء جو اس کی قلمرو میں تھے، کوشش کی کہ سب جمع ہوں ان کی خدمت کے لئے کھانے بنوائے۔خوب محفل آراستہ کی، خوشبوئیں سلگائیں، روشنی کا اہتمام کیا، اور اس کتاب کا افتتاح کیا اس سے ایک ابتداء ہوئی کہ ہر سال کیا جائے۔ساتویں صدی سے لے کر پندرھویں صدی تک خود ہمارے سامنے بھی، یہ اسی طرح ہوتا تھا کہ لوگ مساجد میں جمع ہو جاتے، علماء بیان فرماتے او رحضور ﷺ کی برکات کا بیان ہوتا، معجزات کا بیان ہوتا۔ پیغام کا بیان ہوتا، لوگ بھی سنتے۔کچھ لوگ برکت حاصل کرنے کے لئے گھروں میں کراتے۔ہمارے بزرگ بھی گھروں میں کرایا کرتے۔ہمارا بڑا سا حویلی صحن تھا۔اس میں بھی ہمارے بزرگ کرواتے۔ ہمارے علماء آتے، لوگ باادب بیٹھے ہوتے اور وہ حضور ﷺ کی سیرت بیان فرماتے۔لوگ سنتے۔کھانا پانی مٹھائی تقسیم ہوتی اور لوگ گھروں کو چلے جاتے۔ ایسے ہوتے تھے جلسے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے جلسے۔خرابی تب پیدا ہوئی جب جلسے جلوس کی شکل اختیار کر گئے۔ مساجد سے نکل گئے، گھروں سے نکل گئے۔ گلیوں بازاروں میں آ گئے۔پھر مزید خرابی تب پیدا ہوئی جب جلوس سے بھی جشن بن گیا۔جلوس کا مطلب ہوتا ہے کسی ایک مقصد پر متفق ہو کر بہت سے لوگ چلتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ سارے اس بات پر متفق ہیں۔ اس بات میں اتنی طاقت ہے۔وہ بھی ایک حد تک قابل برداشت ہے۔ اب جشن ہو گیا ہے۔جشن کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس میں لاکھوں بندے بھی ہوں تو جو شخص اپنی خوشی کا اظہار جس طرح کرنا چاہے کرتا رہے۔یعنی جشن کی حدود و قیود نہیں ہوتیں کوئی Boundry نہیں ہوتی۔کوئی جس کا جو جی چاہے کرتا رہے اپنی خوشی کا اظہار جیسے چاہے کرے۔اب بھلا ذکر نبی کریم ﷺ ہو اور جشن ہو، یہ دو باتیں ہو سکتی ہیں؟ پھر بارگاہ رسالت کے وہ آداب کہاں جائیں گے وہ قاعدے ضابطے کیا ہوں گے، اور اس سے کیا حاصل ہوگا؟

یہ چیزیں "تو، میں" کرنے کی نہیں ہیں۔ دیوبندی، بریلوی کی نہیں ہیں۔ دیوبند ایک مدرسہ ہے، بریلی ایک مدرسہ ہے۔ان کے نظریات میں تھوڑا تھوڑا اختلاف ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جو درسی کتابیں وہاں پڑھائی جاتی ہیں وہی کتابیں دیوبندیوں کے ہاں پڑھائی

جاتی ہیں جو بریلیوں کے پاس ہیں وہی دیوبندیوں کے پاس ہیں۔ تشریحات میں دونوں طرف تھوڑے تھوڑے اختلافات ہیں، اُسے وجہ نزاع بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ قبر وحشر میں دیوبندی، بریلوی نہیں پوچھا جائے گا۔ وہاں پوچھا جائے گا محمدی کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق عقیدہ کس کا ہے اور عمل کس کا ہے۔ چھوٹے چھوٹے تنازعات اور انہیں وجہ نزاع بنالینا یہ تو کوئی درست نہیں ہے۔ ہاں ضروری یہ ہے کہ وہ نور عرصہ محشر میں جس کی ضرورت پڑے گی وہ یہاں حاصل کیا جائے۔ اور وہ نور ہے ذات رسول ﷺ اور اللہ کی کتاب۔ قرآن کریم نے جہاں بھی ذکر فرمایا، آپ ﷺ کی رسالت ونبوت کا ذکر فرمایا، آپ ﷺ کی بعثت کا ذکر فرمایا۔ ہمارے لئے راہ ہدایت آپ ﷺ کے پیغام سے آشنا ہونا ہے۔ اب اکثر میلاد پر ولادت باسعادت کے تذکرے ہی رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آسان سا کام ہے۔ ولادت کے ساتھ کسی حکم شرعی کا تو کوئی تعلق نہیں۔ وہ سارے تعلقات تو ارشادات عالیہ کے بعثت کے ساتھ ہیں۔ تو لوگوں کا عجیب حال ہے۔ عطاءاللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جینا تو فرعون کی زندگی چاہتے ہیں، موت موسیٰ کی چاہتے ہیں۔ زندگی میں تو فرعون بنے رہتے ہیں۔ اپنی خوشامد چاہتے ہیں دولت جمع کرنا چاہتے ہیں۔ دوسروں پر مسلط رہنا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں موت موسیٰ علیہ السلام کی آئے۔ مریں تو ایسے ہوجائیں اور وہ صحیح فرماتے تھے ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم دنیا میں تو اپنی پوجا کرتے رہتے ہیں، خود کو اِلٰہ بنائے رکھتے ہیں، اپنی خواہشات کی پیروی کرتے رہتے ہیں۔ جب مرتے ہیں تو پھر چاہتے ہیں کہ اب ہم ولی اللہ ہوجائیں مرنے کے بعد ہمیں صحابہ کا درجہ مل جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے بھائی، یہ سب تو ممکن نہیں۔ سب کا مدار تو اسی حیات پر ہے۔ اسی زندگی میں عقیدہ بھی قبول کرنا ہے اور اسی زندگی کے اعمال اسی عقیدے کے محافظ بھی ہیں اور اس کے ایمان میں زیادتی کا سبب بھی بنتے ہیں اور کوتاہیوں اور کمی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ تو میرے بھائی حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر ہر لحہ کرو، ہر آن کرو، مجلس میں کرو، تنہائی میں کرو، راتوں کو کرو، دنوں کو کرو، جتنا ذکر خیر کرو گے، جتنا درود شریف پڑھو گے، جتنا صلوٰۃ والسلام پڑھو گے اتنی برکات نصیب ہوں گی۔ اتنا نور ہدایت نصیب ہوگا۔ دنیا بھی سنورے گی آخرت بھی سنورے گی۔ کہتے ہیں نا کہ نیکوں پر بہت مصیبتیں آتی ہیں یہ ٹھیک ہے۔ لیکن نیکوں کے لئے وہ مصیبتیں بھی باعث لطف بن جاتی ہیں۔ انہیں اس میں بھی مزہ آتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی طرف سے ہوتی ہیں جس سے وہ عشق کررہے ہوتے ہیں جس کے وہ طالب ہوتے ہیں۔ ان کا دل پریشان نہیں ہوتا۔ ظاہری مصیبت بھی ہوتی ہے بیماریاں بھی ہوتی ہیں، پریشانیاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن وہ ظاہری ہوتی ہیں ان کا دل پریشان نہیں ہوتا۔ اور بدکار کے پاس دنیا کی حکومت بھی ہو تو اس کے اندر دوزخ جلتا رہتا ہے۔ اُسے سکون نہیں نصیب ہوتا۔ نیکوں پر آنے والی مصیبت ظاہراً مصیبت ہوتی ہے باطناً سکون کا سبب ہوتی ہے۔ اور بدکاروں کو ملنے والی دنیاوی عظمت بظاہر عظمت ہوتی ہے اندر سے بھانبھڑ بل رہے ہوتے ہیں۔ یہ بڑا فرق ہے۔ سو میرے بھائی پورے خلوص سے اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کی کتاب کو پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو اور نبی کریم ﷺ سے ہر آن اپنا رشتہ استوار رکھو۔ ہر سانس میں حضور سے رشتہ استوار رکھو۔ اور مختلف وظائف کی بجائے درود شریف کو وظیفہ بنالو۔ یہ سب کا جامع ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے اتنا وقت وظائف کے لئے مختص کیا ہوا ہے اور اس میں تین حصے دوسرے وظائف پڑھتا ہوں اور وقت کا چوتھا حصہ درود شریف پر لگاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر درود زیادہ کرلو، تو اچھی بات ہے۔ یارسول اللہ ﷺ آدھا وقت دوسرے وظیفوں پر لگاؤں، آدھا وقت درود شریف پر؟ فرمایا اور بڑھالو تو اور اچھا ہے۔ یارسول اللہ وقت کے تین حصے درود شریف پر لگاؤں ایک حصہ باقی وظائف پر، فرمایا اور بڑھالو تو اور اچھا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ سارا وقت درود شریف ہی نہ پڑھتا رہوں؟ فرمایا اگر ایسا کرو گے تو دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی پالو گے۔ بقیہ صفحہ نمبر 45 پر۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

سورۃ ھود

حضرت شیخ امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

سورۃ الھود

حیوٰۃ طیبہ کا کمال اطاعت پر مرتب ہونا:

قولہ تعالیٰ: ثُمَّ تُوبُوٓا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا ھود:3

ترجمہ: پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقررہ تک خوش عیشی دے گا۔

''مراد اس سے حیوٰۃ طیبہ ہے جو ایسے شخص کے لئے مخصوص ہے جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ موصوف ہوا اور روح میں ہے کہ مراد اس سے امن وراحت کی زندگی ہے اور یہ حدیث الدنیا سجن المومن اور حدیث اشد الناس بلاء الامثل فالامثل کے منافی نہیں کیونکہ امن سے مراد امن من غیر اللہ ہے اور راحت سے مراد حق تعالیٰ پر نظر رکھنے اور اس کا قرب حاصل کرنے سے خوش عیشی ہونا ہے ایسا شخص مشقت کو نعمت سمجھتا ہے۔''

اس سے مراد حیوٰۃ طیبہ ہے وہ جو آیہ کریمہ ہے کہ جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں انہیں ہم حیات طیبہ عطا کرتے ہیں پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں جو ایسے شخص کے لئے مخصوص ہے جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ موصوف ہو۔ یعنی ایک تو ایمان کامل ہو عقیدہ درست ہو اور دوسرا اعمال سنّت کے مطابق ہو۔ عمل صالح اس عمل کو کہتے ہیں جو سنت کے مطابق ہو کیونکہ ساری صلاحیت حضور اکرم ﷺ کے کردار میں ہے۔ روح البیان میں ہے کہ اس سے مراد امن اور راحت کی زندگی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ الدنیا سجن المومن ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں ہے اشد الناس بلاء الامثل فالامثل کہ سب سے زیادہ مصیبت انبیاء پر آتی ہے پھر نیک لوگوں پر پھر ان کی مثل جو نیک لوگ ہیں ان پر، تو یہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس سے امن من غیر اللہ ہے۔ یعنی آسودہ زندگی سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی شیطانی طاقت، کوئی طاغوتی طاقت، کوئی ایسا انسان جو شیطان بن گیا ہو اسے ایذا نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ کی طرف سے جو مشقت آتی ہے وہ نیک لوگوں کے لئے یا تلافی مافات ہوتی ہے یا ترقی درجات ہوتی ہے۔ عند اللہ قرب کے بعض منازل ایسے ہیں جن کے لئے مشقت یا بیماری یا تنگی یا ترشی ضروری ہوتی ہے جیسے شہادت پانے کے لئے قتل ہونا پڑتا ہے اور جو راہ حق میں قتل ہوتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض مقامات قرب ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ بیماریاں کچھ تکلیفیں ایسے حالات جن میں کثرت سے اللہ کی یاد آئے لگی ہوتی ہیں۔ تو نیک لوگوں پر جو مشقت آتی ہے وہ ترقی درجات کا سبب ہوتی ہے یا اللہ نے جو مقامات اسے عطا کئے ہیں ان کے مطابق اس کا مجاہدہ نہیں ہوتا تو کچھ مشقت بھیج دی جاتی ہے تاکہ وہ تلافی مافات ہو جائے۔ یعنی جو کمی رہ گئی تھی وہ پوری ہو جائے۔ یہ نہیں کہ نیک لوگ بالکل بیمار نہیں ہوتے یا ان پر تنگی یا ترشی نہیں آتی، آتی ہے لیکن وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اسے وہ اس طرح محسوس نہیں کرتے جس طرح بدکار یا بے دین آدمی محسوس کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ اس سے پریشان نہیں ہوتے جبکہ بدکار آدمی یا غیر مومن سہولتیں پا کر بھی پریشان رہتا ہے دولت پا کر بھی پریشان ہوتا ہے۔ اولاد اور دنیوی نعمتیں بھی اس کیلئے پریشانی لاتی ہیں۔

توکل فی الارض:

قولہ تعالیٰ: وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا ھود:6

ترجمہ: اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو۔

"اس میں ترغیب عظیم ہے توکل فی الرزق کی اور روح میں ہے کہ اگر اسباب کو اس اعتقاد کے ساتھ اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ مسبب ہے اور یہ اعتقاد نہ ہو کہ بدون اسباب کے رزق نہیں حاصل ہوتا تو یہ توکل کے منافی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وثوق اور ارادۂ قلب حق تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

فرماتے ہیں اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ رزق کو ہمیشہ اللہ کی طرف سے سمجھے اور وہ قادر ہے بغیر اسباب کے بھی دے سکتا ہے، اسباب اختیار کرنا الگ سے عبادت ہے، نتیجہ تو اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔ تو فرمایا یہ طے شدہ بات ہے، اللہ نے فرما دیا ہے، ہر ایک کا رزق میرے ذمے ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کوئی مسلمان دولت سے خریدا نہ جا سکے اسے پتہ ہو میرا رزق میرے رب نے مجھے دینا ہے۔ کوئی اسے پیسے دے کر یا لالچ دے کر اس سے غلط کام نہ کروا سکے۔ رہ گیا اسباب اختیار کرنا تو اسباب اختیار کرنا، مزدوری کرنا یا کھیتی باڑی کرنا، ملازمت کرنا، کاروبار کرنا، یہ الگ سے اطاعت الٰہی ہے۔ اگر شرعی حدود کے اندر اور سنت کے مطابق ہے تو یہ الگ عبادت ہے اور ضروری نہیں کہ اس پر وہی رزق مرتب ہو جو ہمارا اندازہ ہے جیسے سیلاب سے ہزاروں ایکڑ کی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ اب لوگوں نے تباہی کے لئے تو نہیں لگائی تھیں۔ لیکن وہ سب تو جاتا رہا۔ بہر حال رزق تو انہیں دے گا جس طرف سے بھی دے گا جو سبب بھی بنائے گا تو اسباب اختیار کرے لیکن قلبی ارادہ اور امید اللہ پر ہو۔

بلاء اور نعماء کے آداب:

قولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ ھود: 9

ترجمہ: اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر آ واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا اور وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔

"روح میں ہے اس شکایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بندہ کو ہر حالت میں عیش ہو یا بلا ہو حق تعالیٰ ہی پر وثوق اور توکل چاہیے۔ چنانچہ انسان کی طبعی حالت کو بیان فرما کر (کہ رحمت کے بعد شدت ہونے پر یاس و کفران اور مصیبت کے بعد نعمت ہونے سے فرح اور فخر کرتا ہے) صابرین کو مستثنیٰ فرمانا مضمون بالا کی طرف مشیر ہے۔"

یعنی انسانی مزاج یہ ہے کہ اگر اس پر تکلیف آ جاتی ہے تو وہ سارے پچھلے سکھ بھول جاتا ہے اور کہتا ہے ہماری تو عمر دکھ درد میں ہی گزر گئی۔ اگر ایک شخص چالیس سال صحت مند رہتا ہے اور ایک دن دانت میں یا سر میں درد ہو تو کہتا ہے ہمیں تو ساری عمر بیماریوں نے ہی گھیرے رکھا، ناامید ہو جاتا ہے، میں مر جاؤں گا، میں نہیں بچوں گا اور وہی تکلیف اللہ تعالیٰ رفع کر دیتے ہیں اور صحت دے دیتے ہیں تو شکر نہیں کرتا۔ پھر بجائے شکر کرنے کے اترانے لگتا ہے کہ میں طاقتور ہوں، میں اتنا مضبوط ہوں، میں ٹھیک ہو گیا تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کو ہر حالت میں عیش ہو یا بلا ہو حق تعالیٰ پر ہی وثوق اور توکل چاہیے۔ لیکن جو اللہ کے بندے ہیں وہ مصیبت میں بھی اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور عیش و آرام میں بھی عظمت الٰہی کی بات کرتے ہیں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

یعنی جو اللہ کے بندے ہیں وہ ہر حال میں اللہ سے امید بھی رکھتے ہیں اور امید کرم بھی رکھتے ہیں اور اس کا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔ حضرت مہاجر مکیؒ مکہ مکرمہ میں بیٹھے تھے کسی مجلس میں یہی بات بیان کر رہے تھے جو اس آیہ کریمہ کے تحت ہوئی کہ دکھ اور بیماری اور تکلیف بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ کی نعمت ہوتی ہے تو مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے ایک آدمی آ گیا تو اس نے عرض کی کہ حضرت میں بڑا بیمار ہوں اور بہت پریشان ہوں تو میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے صحت دے۔ اب لوگوں نے سوچا کہ حضرت تو ابھی تک بیماری کے فضائل بیان کر رہے تھے کہ بیماری بھی اللہ کی نعمت ہوتی ہے اب یہ آ گیا کہتا ہے

اللہ مجھے بیماری سے نجات دے۔ اب دیکھتے ہیں حضرت کیا فرماتے ہیں، تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی بار الہا یہ بندہ کمزور ہے تیری بیماری والی نعمت برداشت نہیں کرسکتا اس لئے اس کو صحت کی نعمت سے بدل دے۔ تو اہل اللہ کا طریق یہ ہوتا ہے کہ دکھ ہو یا سکھ، بیماری ہو تکلیف، تنگی ہو یا فراوانی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور یوں ہر دکھ بھی آسان ہو جاتا ہے۔

مسترشد کی قلت رغبت سے مرشد کے قلب کا منقبض ہونا:

قولہ تعالیٰ: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ھود:12

ترجمہ: سو شاید آپ ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے۔

"ترک بعض وحی سے مراد ترک تبلیغ بعض وحی ہے اور سبب اس کا ضیق صدر ہے۔ جو کلام سے مانع ہوتا ہے جبکہ متکلم مخاطب صحیح و محل قابل نہیں پاتا اور یہ لعل ترجی طبعی کے لئے ہے گو اس کے مقتضا یعنی ترک کا وقوع نہیں ہوا۔ تو اس میں دو امر پر دلالت ہوئی ایک یہ کہ مرید کو جب کلام شیخ کی طرف رغبت اور توجہ نہیں ہوتی شیخ کا قلب منقبض ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ اگر ارشاد ضروری ہو تو شیخ کو اس انقباض کے مقتضا یعنی ترک کلام پر عمل نہ کرنا چاہیے۔"

فرمایا حضور اکرم ﷺ کی ذات کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ بعض دفعہ آپ کا دل چاہتا ہے کہ جو چیز آپ پر وحی کی گئی ہے وہ جو سامنے مخاطب ہیں ان پر بیان نہ کریں کہ آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مخاطب جو سننے والا ہے۔ اس کے دل میں ایسی کوئی کیفیت نہیں کہ اس پر وہ حال بیان کیا جائے۔ تو نبی کریم ﷺ کا بھی بعض اوقات دل چاہتا تھا کہ یہ بات اس بندے کو نہ بتائی جائے اس لئے کہ اس نے تردید ہی کرنی ہے یا اسے اس سے فائدہ ہونے والا نہیں ہے حالانکہ حضور ﷺ نے عمر بھر ایسا کیا نہیں لیکن بعض اوقات قلب اطہر پر انقباض آجاتا تھا۔ تو یہاں یہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے پاس جب بندہ جاتا ہے تو حصول برکات کی نیت کر کے جائے اور دل کو فراخ کر کے جائے ورنہ شیخ کے دل پر بھی انقباض آجاتا ہے۔ جو چیزیں ضروری تھیں اور شیخ نے اسے بتانی تھیں اس کا دل نہیں کرتا کہ اسے بتائے اور یہ کیفیات قلبی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے ایک آدمی آکر بیٹھتا ہے دل چاہتا ہے یہ اٹھ جائے۔ یہ شیخ کی طرف سے نہیں سالک کی طرف سے ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ جو بندہ ہوتا ہے اس میں قبولیت کی استعداد نہیں ہوتی شائد اس کا ارادہ حصول برکات کی بجائے کوئی اور ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ شوق ہوتا ہے کہ بہت قریب بیٹھتا ہوں میرا ظاہری رتبہ بڑھ جائیگا۔ یہ ساری چیزیں اس میں اپنا اثر چھوڑتی ہیں۔ اور اگر کوئی بھی غرض سوائے حصول برکات اور رضائے الٰہی کے ہو تو شیخ کے قلب پر انقباض آجاتا ہے۔ اور فیض تو کیا ہوتا ہے وہ بات کرنا پسند نہیں کرتا۔

محض انقباض سے شیخ کا ضروری ارشاد کو ترک نہ کرنا:

قولہ تعالیٰ: فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ ھود:14

ترجمہ: پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کو کہنا نہ کرسکیں تو تم یقین کرلو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے۔

"اور یہ علم تو مومنین کو عجز کفار کے ظاہر ہونے کے قبل بھی حاصل تھا تو مراد اس سے اس علم کی قوت ہے تو اس میں دلالت ہوئی کہ خوارق کو قوت اعتقاد میں خاص دخل ہے۔"

نزول قرآن خرق عادت ہے اور مومنین کو اس معجزہ کی وجہ سے یقین کامل حاصل تھا تو فرماتے ہیں کرامات سے بھی یقین زیادہ مستحکم ہوتا ہے اس کو یہ برکت ہوتی ہے۔

لیکن اگر کوئی کرامت دیکھتا ہے تو یقین مستحکم ہو جاتا ہے۔

خوارق کا استحکام اعتقاد میں دخل:

قولہ تعالیٰ: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ھود:15

ترجمہ: جو شخص محض حیات دنیوی اور اس کی رونق چاہتا ہے۔

"روح میں اس طرح تفسیر کی ہے کہ جو شخص اپنے عمل اخروی سے حیات دنیا کا مثل جاہ اور مدح کا قصد کرے ہم ان کو ان کے اعمال کی جزا دنیا میں پوری دے دیتے ہیں بشرطیکہ ہم چاہیں الخ اھ۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے عموم میں لذات نفسانیہ اور مواجید طبعیہ بھی داخل ہو گئے کیوں کہ یہ بھی دنیا ہی میں داخل ہیں۔"

بعض لوگ دینی علم بھی حاصل کرتے ہیں لیکن اللہ کی رضا کے لئے نہیں، اپنی بڑائی کے لئے بعض لوگ کثرت عبادت کرتے ہیں، روزے کثرت سے رکھتے ہیں، نوافل کثرت سے پڑھتے ہیں، تلاوت کثرت سے کرتے ہیں لیکن مراد ہوتی ہے کہ لوگ میری خدمت کریں، مجھے بہت پارسا سمجھیں، مجھے پیسے دیں، مجھے دولت دیں۔ تو مراد دنیا ہوتی ہے آخرت نہیں ہوتی۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں ایسے لوگوں کو جو محنت، عبادت مجاہدہ ہے اس کا بدلہ ہم انہیں دنیا میں شہرت سے یا دولت سے یا جو ان کا مقصد ہوتا ہے وہ انہیں دے دیتے ہیں اور وہ جب قبر میں آئیں گے یا برزخ میں داخل ہوتے ہیں تو ایسے جیسے انہوں نے عبادت کی یا نہ کی۔ وہ جو عبادات انہوں نے کی تھیں اس کا معاوضہ تو انہوں نے دنیا میں پا لیا۔ اب اس وقت خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ تو اللہ کی عبادت محض اللہ کی رضا کے لئے کرنی چاہیے۔ یہ دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں۔ ایک تو ہر بندے کا یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں حالانکہ لوگوں کے نیک سمجھنے سے کیا ہوگا۔ تو فرمایا سالک کو معاملہ اللہ سے رکھنا چاہیے۔ یہ سوچنا کہ میرے مجاہدے پر لوگ میری عزت کریں، میرے مجاہدے پر لوگ مجھے بڑا سمجھیں وغیرہ۔ یہ تہی دامن ہونے کی نشانی ہے۔ یہ صفت کچھ تو بندے میں ہوتی ہے اور کچھ وہ جو کہتے ہیں۔

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

کچھ تو ہر بندہ انسان ہے اس کے اپنے اندر خواہش ہو سکتی ہے کہ مجھے بڑا سمجھا جائے کچھ یہ جو عقیدت مند جمع ہو جاتے ہیں یہ بھی تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ یہاں کئی دفعہ ساتھی آتے تھے تو بعض ساتھیوں کو یہ گھیر لیتے تھے۔ کسی کے پاؤں دھلا رہے ہیں، کسی کے ہاتھ دھلا رہے ہیں، کسی کی ٹانگیں دبا رہے ہیں بالآخر مجھے حکماً منع کرنا پڑا میں نے کہا جو اپنے ہاتھ پاؤں خود نہیں دھو سکتا وہ وضو نہ کرے، تیمم کرے دوسرے سے نہ کرائے۔ شرعی قاعدہ ہے معذور ہو تو تیمم کر لو ٹانگوں میں درد ہوتا ہے تو چاؤ بستر پر پڑے رہو لیکن کسی دوسرے کو ٹانگیں دبانے پر مت لگاؤ۔ اس سے ہوتا یہ ہے کہ آدمی میں تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہ جو ارد گرد حواری آجاتے ہیں یہ اس تکبر کو بڑھانے میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ کوئی ہاتھ چوم رہا ہے، کوئی پاؤں چوم رہا ہے، کوئی گھٹنے چوم رہا ہے۔ خدا کے بندے انسانوں کی طرح رہو۔ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہے، استاد ہے۔ تمہیں اس سے فیض حاصل کرنا ہے۔ شیخ ہے اس کا ادب و احترام اپنی جگہ لیکن وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی تو نہیں بن گیا کہ تم نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ تو کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار یعنی کچھ کمی تو بندے میں خود بھی ہوتی ہے، اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں، یہ گھٹنوں کو ہاتھ لگانے والے بھی بندے کے پلے کچھ نہیں چھوڑتے اور اس میں ایک وہم پیدا کر دیتے ہیں کہ میں کوئی مافوق الفطرت انسان ہو گیا یا مجھ جیسا دوسرا کوئی نہیں۔ تو سالک کو ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان سے بچنا چاہیے۔

ولایت کا جھوٹا اظہار:

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ ھود: 18

ترجمہ: اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

"اور اس کی نظیر وہ شخص ہے جو اپنی وضع و دعوی سے ولایت ظاہر کرتا ہو اور اولیاء اللہ کے کلمات کے ساتھ تکلم کرتا ہو مگر باطن میں فاسق اور جاہل ہو۔"

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہیں۔ لوگوں کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور اللہ پر بھی جھوٹ باندھتے ہیں۔

سالک کے لئے یہ ہے کہ جو اس کا فطری اور طبعی لباس ہے ویسا ہی رہے۔ اسے کوئی حیلہ بنانے کی کوئی بناوٹ بنانے کی ضرورت نہیں کہ لوگ اسے پارسا سمجھیں۔

ولایت کو شریف نسبی کے ساتھ خاص سمجھنے کی غلطی:

قولہ تعالیٰ: وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا ھود: 27

ترجمہ: اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع ان ہی لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں۔

''اس میں اس شخص پر رد ہے جو ولایت کو شریف عرفی کے ساتھ خاص سمجھتا ہے البتہ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے شرفاء کے ساتھ خاص فرمایا ہے چونکہ اس میں وہ مصلحتیں ہیں جو نبوت کے مقصود ہیں۔ (کہ لوگ ان کا اتباع کریں اور شرفاء کے اتباع سے شرفاء کو بھی عار نہیں آتی)۔''

یہ ضروری نہیں ہے کہ غریب آدمی یا کمزور آدمی یا پیشہ ور ولی نہیں ہوسکتا، یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ سمجھا جائے ولایت کے لئے یہ شرط نہیں ہے بلکہ اللہ کی رحمت ہے جو طلب کرے جسے چاہے عطا کردے۔ فرماتے ہیں لیکن نبوت ہمیشہ اعلیٰ خاندان کو ملتی ہے اس لئے کہ نبوت کا اتباع سب کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور عام آدمی کے لئے یا شرفاء کے لئے بھی شرفاء کا اتباع ان کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے۔ مزاج کے خلاف نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی کمزور کو نبوت دے دی جاتی تو شاید جو سردار ہیں قوم کے یا بڑے خاندانوں کے لوگ ہیں وہ کہیں گے کہ ہم اس جولاہے یا موچی کا اتباع کیوں کریں۔ لیکن ولایت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ کیوں کہ ولی کا اتباع ضروری نہیں اتباع نبوت کا کیا جاتا ہے۔ تو ولایت کسی کو بھی مل سکتی ہے کوئی شرط نہیں کہ اعلیٰ خاندان سے ہو۔ ہاں سلوک میں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے جو مناصب ہیں غوث یا قطب وہ عموماً اعلیٰ خاندانوں کو عطا ہوتے ہیں اور عموماً خلفائے راشدین کی نسل میں ہوتے ہیں۔

انکار کا انتفاع سے مانع ہونا:

قولہ تعالیٰ: اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ھود: 28

ترجمہ: تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔

''روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ منکر کو اہل اللہ سے استفادہ نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ منکر رہے گا ان سے منتفع نہیں ہوسکتا۔''

فرماتے ہیں اسی طرح جس کے دل میں انکار ہو، دل سے عقیدت مند نہ ہو، اسے کسی ولی اللہ سے فائدہ نہیں ہوسکتا وہ برکات حاصل نہیں کرسکتا جب تک اس کے دل میں عقیدت نہ ہو۔ اور جب تک وہ منکر رہے گا منتفع نہیں ہوسکے گا، جب تک انکار رہے گا فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ ضرورت نہیں ہوتی تعویذ دینے کی میں اس لئے لکھ دیتا ہوں کہ لوگ پھر بے دینوں کے پاس تعویذ لینے چلے جاتے ہیں وہاں پھر دولت بھی ضائع کرتے ہیں اور عقیدہ وایمان بھی ضائع کر بیٹھتے ہیں تو اس سے بچانے کے لئے دے دیتا ہوں لیکن اگر کسی کے دل میں عقیدت نہ ہو تو عجیب بات دیکھی ہے حالانکہ بے شمار لوگ بڑے بڑے خطرناک امراض سے صحت یاب ہوئے۔ کینسر کے مریض ٹھیک ہوجاتے ہیں بڑی بڑی خطرناک امراض یعنی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہوتا ہے اللہ کے کلام سے بچ جاتے ہیں صحت ٹھیک ہوجاتی ہے۔ لیکن جس کے دل میں عقیدت نہ ہو اسے فائدہ نہ ہوتا۔

پچھلے دنوں بھی یہ حادثہ ہوا۔ ساتھیوں کو ایک عادت ہے کہ خود آئیں گے لیکن کہیں گے کہ فلاں رشتہ دار بھی بیمار ہے اسے بھی تعویذ دے دیں تو میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ جو تمہارا رشتہ دار ہے اس کی بھی عقیدت کسی سے ہوگی اس کا بھی کوئی پیر ہوگا کسی کو وہ نیک سمجھتا ہوگا۔ اسے کہو اس سے لے۔ جب میرے ساتھ اس کا عقیدت کا تعلق نہیں تمہیں اپنا کام ہے تم وہ کرو دوسرے کے کیا لگتے ہو۔ یا اسے بتادو کہ بھئی فائدہ ہوتا ہے اس کا دل مانے گا تو وہ بھی آکر لے جائے گا۔ تو یہ نوٹ کرلیجئے کہ اپنا کام ضرور کیجئے اپنی ضرورت کی چیزیں لیجئے لیکن ہر ایک کے لئے نقش نہ لیتے پھرو۔ میرے ساتھ اس طرح نہ کیا کرو۔ ہر بندے کی کسی نہ کسی جگہ عقیدت ہوتی ہے اسے وہاں سے لینے دو۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

سورۃ النحل آیات 35 تا 40

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِيْبِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ
اور مشرک لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتے تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اُس کے سوا کسی چیز
نَّحْنُ وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ
کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہم اُس کے (حکم کے) بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ ان سے پہلے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (35)
لوگوں نے بھی ایسی ہی حرکت کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صاف صاف (بات) پہنچا دینا ہے۔
وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا
اور بے شک ہم ہر امت میں پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان
الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ
(بتوں) سے بچتے رہو سو ان میں کوئی ایسا ہوا ہے جس کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کوئی
الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
ایسا ہے کہ اس پر گمراہی ثابت ہوگئی پس زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا
الْمُكَذِّبِيْنَ (36) اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ
انجام ہوا۔ اگر ان کے راہِ راست پر آنے کی آپ کو تمنا ہو تو بے شک اللہ ایسے شخص کو ہدایت
يُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (37) وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
نہیں فرماتے جسے گمراہ کرتے ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور یہ لوگ اللہ کی بڑی سخت قسمیں
اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ
کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ ہرگز نہیں (بلکہ) اس وعدہ کو تو
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (38) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ
اُس (اللہ) نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ جس چیز میں لوگ
لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (39) اِنَّمَا قَوْلُنَا
اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے سامنے ظاہر فرما دے اور تاکہ کافروں کو پتہ چل جائے کہ وہی جھوٹے تھے
لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (40)
جب ہم کسی چیز کو کرنا چاہتے ہیں اس سے ہمارا اتنا ہی فرمانا ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ.

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ فرمایا مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتے تو ہم اللہ کے علاوہ کسی کی پوجا کیوں کرتے؟ ہم اللہ کے ساتھ کیوں شرک کرتے۔ نہ ہم کرتے نہ ہمارے باپ دادا کرتے۔ اللہ انہیں روک دیتے، ایسا نہ کرنے دیتے۔ تو اللہ کی پسند کے علاوہ ہم حلال اور حرام، جائز و ناجائز کیوں بناتے؟ اگر ہم کرتے ہیں اور اللہ کریم ہمیں نہیں روکتے تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں اللہ کی رضا شامل ہے۔

یہ ایسی بودی بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ جس کو لائق جواب ہی نہیں سمجھا گیا۔ اور اس کا کوئی جواب نہیں عطا فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ جواب کے قابل ہی نہیں۔ آپ ﷺ سے سمجھنے کے لئے اس طرح دیکھیں کہ ہمارے ہاں بھی جب کوئی غلطی کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ کسی کا مال کھا جاتا ہے، قتل کر دیتا ہے تو بڑے آرام سے کہتا ہے۔ بس جی اللہ کی مرضی۔ یعنی جرم خود کرتا ہے اور اس کا جواز یہ تلاش کرتا ہے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو یہ کام کیوں کرتا۔ یہ اتنی

کمزور دلیل ہے کہ قرآن کریم نے اسے قابل جواب نہیں سمجھا اور اللہ کریم نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فلسفہ تخلیق آدمؑ ہی پر ہے کہ انسان کو اللہ نے پیدا فرما کر شعور بخشا اور اتنا اعلیٰ شعور بخشا کہ یہ ذاتِ باری کو پہچان سکتا ہے۔ اس کی عظمت کو اپنی حیثیت، اپنے ادراک کے مطابق جان سکتا ہے۔ یہ شعور عطا فرما کر پھر اسے نیکی اور برائی دونوں باتوں کی وضاحت کر دی۔ اختیار اس پر چھوڑ دیا گیا کہ اب وہ برائی اختیار کرتا ہے یا نیکی اختیار کرتا ہے۔ جو راستہ اختیار کرے گا اس کے انجام کو پہنچے گا۔ لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کوئی برائی کر کے کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مرضی تھی۔ یہی بات مشرکین کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو ہمیں بتوں کی پوجا کی توفیق ہی نہ دیتا۔ اس سے روک لیتا۔ یا جو کام ہم جائز یا ناجائز اپنی طرف سے بنالیتے ہیں۔ حلال حرام اپنی طرف سے بنالیتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ کی رضا شامل ہے اگر اللہ کو پسند نہ ہوتا تو ہمیں روک دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم نے اگر زبردستی عمل کرانا ہوتا تو انسان کو اختیار ہی کیوں دیتا؟ زبردستی تو عمل نہیں کرایا جاتا۔ لیکن یہ رواج اتنا پکا ہو گیا ہے کہ ہمارا عام مسلمان بھی جب کوئی جرم کرتا ہے حتیٰ کہ قتل کر دیتا ہے تو کہتا ہے بس اللہ کی مرضی تھی اُس کی زندگی پوری ہو گئی تھی کمال ہے! اللہ نے تو برائی کا حکم نہیں دیا۔ برائی میں اللہ کی رضا شامل نہیں ہے۔ اور ہر وہ کام برائی ہے جس سے اللہ کریم نے روکا ہے۔ اسے کرنا برائی ہے اور انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اس کے نتائج خود اس کو بھگتنا ہوں گے کیونکہ یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہے اِنَّا ھَدَیْنٰـہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا [3:76] ہم نے اس پر راستے واضح کر دیئے ہیں۔ اب یہی انسان کا اختیار اور اس کی پسند ہے کہ وہ شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ناشکری کا۔ فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرتا ہے یا نافرمانی کا۔

کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فرمایا پہلے ان سے پہلے جو کافر اور مشرک تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے۔ یہی دلیل اُن کے پاس بھی تھی۔ ہم جو کرتے ہیں اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو اللہ ہمیں روک دیتا۔ اللہ کریم نے تو انبیاء مبعوث فرمائے لیکن کسی کا ہاتھ پکڑ کر روکنے کے لئے نہیں بلکہ فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ O اللہ کے انبیاءؑ کے ذمے تو یہ ہے کہ وہ بات کھول کر، وضاحت سے بیان فرما دیں۔ نیکی کی بھی وضاحت کر دیں۔ برائی اور جرم کی بھی وضاحت فرما دیں۔ اب انسان پر لازم ہے کہ انبیاؑ کی بات سنے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی پسند سے نیکی کی طرف جائے یا برائی کی طرف۔ فرمایا اللہ کریم کا تو یہ احسان ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا کہ اللہ نے یہ مہربانی فرمائی کہ ہر امت ہر قوم میں انبیاؑ مبعوث فرمائے۔ کسی قوم کو دعوت الٰہی سے محروم نہیں رکھا۔ حالانکہ اس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں کائنات میں موجود ہیں۔ جو اس کی توحید پر، اس کے معبود برحق ہونے پر گواہ ہیں۔ اس کے باوجود انبیاؑ مبعوث فرمائے اور کُلِّ اُمَّۃٍ اور ہر قوم میں رسول مبعوث فرمائے۔ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب۔ دنیا کی ہر قوم میں یا نبیؑ مبعوث ہوئے یا اللہ کے رسولؐ کا پیغام ان کے متبعین کی وساطت سے اُن تک پہنچا۔ تو اللہ کریم کی عظمت پر تو ہر تنکا گواہ ہے، ہر ذرہ گواہ ہے پھر بھی اس نے مہربانی فرما کر انبیاؑ مبعوث فرمائے۔ لیکن انبیاؑ کسی کو زبردستی نیکی پر نہیں لگاتے۔ نیکی اور برائی کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ اُن کے ذمے وضاحت سے احکام بیان کرنا ہے۔ ماننا نہ ماننا یہ سننے والے کی اپنی ذمہ داری ہے۔ تمام کے تمام انبیاؑ کی تبلیغ کا مرکز و محور یہ تھا۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ، صرف اللہ کی عبادت کرو۔ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچو۔ نفع کی امید پر یا نقصان کے ڈر سے کسی کی اطاعت کرنا جبکہ اس کی اطاعت کی اجازت اللہ نے نہ دی ہو یہ عبادت بن جاتی ہے۔ اللہ کے سوا کسی سے بھی آپ امیدیں وابستہ کرلیں وہ جو کہے مانتے جائیں۔ اس میں شریعت کا لحاظ نہ کریں۔ نیکی برائی کا لحاظ نہ کریں تو یہ اس کی عبادت بن جائے گی۔ اور اللہ کے سوا کسی سے امیدیں وابستہ کرنے کا سارا کام شیطانی ہے۔

شیاطین اس پر لگاتے ہیں۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولوں نے تو یہ واضح ارشاد فرمایا۔ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ شیطان سے بچو۔ اور شیطان کے پھندوں سے الگ رہو۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ پھر لوگوں میں اقوام میں، کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ ہدایت دے دیتے ہیں۔ اللہ کن لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔ جن کے دل میں زندگی کی کچھ حرارت باقی ہے۔ جن میں انابت الٰہی ہو۔ جن میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی آرزو ہو۔ اللہ انہیں ہدایت دے دیتے ہیں۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن پر اُن کے اپنے کردار کی وجہ سے گمراہی ثبت ہو چکی ہے انہوں نے مسلسل گناہ کر کے، اللہ کی نافرمانی یا شرک یا کفر کر کے اپنے دلوں کو تباہ کر لیا، اُن میں ہدایت کی گنجائش باقی ہی نہیں رہی۔ اللہ سے اُن کا تعلق ہی منقطع ہو گیا۔ اُن کو ہدایت نصیب نہیں ہو گی۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ روئے زمین پر نشانیاں بکھری پڑی ہیں دنیا میں پھر کر دیکھیں جن قوموں نے اللہ کی نافرمانی کا تہیہ کر لیا دنیا میں بھی اُن کا انجام کیا ہوا۔ اجڑے ہوئے شہر اور ویران اور کھنڈر قلعے اور محل اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے نافرمانی کی اور یہ تباہ ہو گئے۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ اللہ کریم معاف فرمائے یہ آیت کریمہ بہت سخت ہے۔ اللہ کریم ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے میرے حبیب ﷺ جس نے اپنا دل تباہ کر لیا، جس نے اپنا تعلق قطعی طور پر اللہ سے توڑ دیا، آپ بھی چاہیں، آپ خواہش بھی رکھتے ہوں اور حرص کی حد تک آپ ﷺ کی آرزو ہو کہ اس کو ایمان نصیب ہو جائے اسے ایمان نصیب نہیں ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے دل ہی کو مردہ کر لیا اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہی نہیں رہی۔ انسان کے اپنے فیصلوں پر کس قدر منحصر ہے یہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر انسان خود طلب ہدایت نہ رکھتا ہو تو پھر دنیا میں کوئی ہستی اسے ہدایت دینے کی اہل نہیں ہے، پھر وہ گمراہ ہی رہے گا۔ جب تک وہ اپنے دل سے یہ فیصلہ نہ کرے

کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ فرمایا تو اگر آپ ﷺ حرص کی حد تک بھی آرزو کریں، آپ ﷺ کی خواہش مبارک ہو کہ اسے ہدایت ہو جائے تو اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتے جو اپنے قلب کو ویران کر چکے ہیں۔ اس معاملے میں پھر دنیا میں کوئی بھی اُن کی مدد نہیں کر سکتا کہ انہیں ہدایت نصیب ہو جائے یہ کلی طور پر ہر فرد کے ذاتی فیصلے پر منحصر ہے۔ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ اور یہ ایسے عجیب لوگ ہیں کہ اللہ ہی کی قسمیں کھاتے ہیں اور بڑی بڑی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو لوگ مر گئے اللہ کریم انہیں کیوں زندہ کرے گا، اللہ کو کیا ضرورت ہے؟ بس آئے دنیا میں، مر گئے، ختم ہو گئے بات ختم۔ فرمایا میرے حبیب ﷺ انہیں بتا دیجئے۔ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا اللہ کریم کا یہ سچا اور پکا وعدہ ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور یہ اصولی طور پر بھی ضروری ہے جب دنیا میں انہیں اختیار دے دیا گیا کہ وہ نیکی کا راستہ اختیار کرتے ہیں یا برائی کا اور اپنا وہ اختیار انہوں نے استعمال بھی کر لیا۔ تو اب اس کا نتیجہ کیا ہے۔ جس نے برائی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اسے کیا ہوا۔ اور جس نے نیکی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اس کا کیا انجام ہوا۔ اگر یہ دوبارہ زندگی اور حشر اور انصاف نہ ہو تو پھر تو یہ ساری چیزیں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ تو تخلیق آدم کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ یہ کیا فیصلے کرتا ہے اور پھر اُن فیصلوں کو سر عام سنایا بھی جائے گا۔ میدانِ حشر ہو گا سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اگر یہ فلاسفی درمیان سے نکال دی جائے تو پھر تخلیق آدم کا تو مقصد ہی فوت ہو گیا۔ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن لوگوں کی اکثریت جاہل ہوتی ہے۔ اللہ کریم نے جو لوگ ایمان سے دور رہتے ہیں آخرت پر یقین نہیں رکھتے یعنی دینی علوم نہیں رکھتے، انہیں جاہل کہا ہے، نہ جاننے والے لوگ کہا ہے۔ شاید یہ دنیا میں تو بڑے بڑے فلاسفر ہوں گے، یا ادیب اور شاعر ہوں گے، اور نثر نگار ہوں گے یا سائنسدان ہوں گے، بڑے ڈاکٹر ہوں گے، بے شمار علوم جانتے

ہوں گے لیکن جو حق کو نہیں سمجھتے یہ سب سے بڑی جہالت ہے۔ دنیا کے سارے فن آتے ہوں لیکن حق کو نہ سمجھ سکے تو وہ جاہل ہی ہے اور فرمایا لوگوں کی اکثریت جو ہے وہ جہالت کا شکار ہے اس بات کو سمجھ نہیں پا رہے۔ یہ جو دوبارہ زندہ کرنے کا کام ہے اللہ کریم نے حشر قائم کرنا ہے، سب کو کھڑا کرنا ہے، سب کے سامنے بات ہو گی۔ یہ اس لئے ہے، لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ، کہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ کے نبیؐ نے جو کہا تھا وہ سچ تھا اور جنہوں نے انکار کیا وہ جھوٹے تھے۔ نافرمانوں نے حق کے مقابل جو کچھ گھڑ رکھا ہے ان سب اختلافات کی حقیقت سامنے آجائے گی۔ عقائد اور نظریات کے سب اختلافات کی وضاحت ہو جائے گی اور تمام بنی آدم کے سامنے حقیقت آجائے کہ حق کیا تھا اور باطل کیا تھا اور ہم نے حق کا ساتھ کتنا دیا باطل میں کتنے ڈوبے رہے۔ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ اور حشر اس لئے بھی ضروری ہے کہ کافروں کو خوب سمجھ آجائے، پتہ چل جائے کہ ہم جو کہتے تھے وہ جھوٹ تھا۔ وہ غلط تھا، ہم غلط کار تھے۔ ہم نے غلط کیا۔ اب اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اللہ کریم کو کوئی کاریگر نہیں ڈھونڈنے پڑیں گے کہ کہیں سے کوئی کاریگر لگ جائے اور ایک ایک بندے کو گھڑ کر دوبارہ سے بنائے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس کی ذات تو قادر ہے اور اس کا کام تو اتنا ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ بات اتنی سی ہے کہ جو چیز اللہ کریم کرنا چاہتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے۔ کوئی دیر نہیں لگے گی کہ تم کافر جو ہو وہ سوچ رہے ہو کہ اتنی مخلوق مر چکی ہے پھر انہیں مٹی کھا گئی، پھر وہ خاک میں منتشر ہو گئے، پھر اُن کے ذرات کو کون تلاش کرے گا اور کیسے جمع ہوں گے اور کیسے بنائے جائیں گے۔ فرمایا اس میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ مٹی کے ذرات بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور جو جسم خاک میں ملتا ہے وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ اُس کے اجزاء پہلے بھی اللہ کریم نے ایک ایک کر کے جمع فرمائے تھے۔ اور اس کی قدرت کاملہ کے سامنے وقت اتنا ہی لگتا ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہ فرمادیتے ہیں ہو جا، اور وہ آنِ واحد ہو جاتا ہے سو اس مخمصے میں مت پڑو کہ یہ کیسے زندہ ہوں گے اور پھر اس کے وجود کہاں سے تلاش کئے جائیں گے اور کیسے بنائے جائیں گے اُس کی قدرتِ کاملہ سے کچھ بعید نہیں۔ جب وہ فرمادے گا زندہ ہو جاؤ سب زندہ ہو جائیں گے۔

ان چیزوں کا تعلق ظاہری عقل سے نہیں ہے۔ دماغ سے نہیں ہے۔ ان کا تعلق اس شعور سے ہے جو انسانی قلوب کو عطاء ہوتا ہے اور قلب زندہ کو جو شعور عطاء ہوتا ہے۔ جس طرح انسان کی عقل زندگی میں کام کرتی ہے مرجائے تو عقل مرجاتی ہے قلب زندہ ہو تو اس شعور کو قبول کرتا ہے اور اس پر اس کا تجزیہ اسے مشکل نظر نہیں آتا کہ وہ اللہ کی عظمت اور اس کی قدرت کاملہ کا قائل ہوتا ہے اور اگر دل مرجائے تو دنیاوی علوم بہت بھی ہوں دِل زندہ نہ ہو تو پھر محض مادی دماغ کام کرتا ہے اور مادی دماغ سے ان چیزوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ انسان انکار کر دیتا ہے۔ ورنہ اس کی قدرت کاملہ تو سامنے ہے کہ ایک شکم مادر میں کس طرح ایک gene جین کو پالتا ہے، ایک وجود کو ترتیب دیتا ہے، بناتا ہے اور پھر وہ پورا زندہ انسان بن کر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو جو عدم سے وجود عطا کرتا ہے، اگر وہ وجود بکھر جائے تو اسے دوبارہ بنانا اس کے لئے کیا دشوار ہے۔ اللہ کریم اپنی عظمت اور قدرت پر ایمان نصیب فرمائے اور اطاعت اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

ضرورت رشتہ

(1) لڑکا، تعلیم میٹرک، عمر 28 سال، پیشہ مکینیکل ورکر

(2) بیٹی، ایم اے بی ایڈ، خوبصورت سلیقہ شعار۔ عمر۔ 27 سال کے لئے مناسب رشتے درکار ہیں سلسلہ عالیہ سے منسلک اشخاص کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ نمبر:۔ 0322-6263577

0334-7902269

ماہانہ اجتماع

3 نومبر 2013

حضور ﷺ کا خلوص دل سے اتباع

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا O وَ لَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ مَّا فَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْھُمْ وَ لَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِیْتًا O وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِیْمًا O وَّ لَھَدَیْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا O وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا O (النساء 65:69)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں، جھگڑوں میں (آسان ترین بات یہ ہے کہ اِسے معاملات کہا جائے)۔ اپنے معاملات میں جب تک آپ ﷺ کو منصف نہ مان لیں، تب تک ایمان دار نہیں ہو سکتے۔ یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے معاملات کو حضور اکرم ﷺ کے ارشادِ عالی کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ اللہ کریم نے یہاں اپنی ربوبیت کی قسم کھائی ہے۔ ربوبیت، اللہ کریم کی وہ صفت ہے جس سے مخلوق تخلیق بھی ہوئی، پل بھی رہی ہے اور اپنے انجام کو بھی پہنچ رہی ہے۔ تو گویا ربوبیت ہر ذرۂ بدن (Body Cell) پر حاوی ہے، اس کی تربیت کر رہی ہے، اُسے جانتی ہے۔ تو فرمایا! اللہ کی ربوبیت اس بات پر گواہ ہے کہ جب تک یہ آپ ﷺ کی اطاعت کے تابع نہ ہو جائیں اس کے سانچے میں نہ ڈھل جائیں تب تک ایمان دار نہیں ہو سکتے اور پھر اس پر ایک اور شرط لگائی کہ یہ نہیں کہ مجبوراً آپ ﷺ کی اطاعت کر لیں اور سنت پر عمل کر لیں۔ اُس وجہ سے بھی نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اس نے سنت کے مطابق عمل نہیں کیا یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ کرے۔ بلکہ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا اپنے نہاں خانۂ دل میں بھی اطاعت نبوی ﷺ پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں کہ ایسا کیوں کرنا پڑا اس میں میری عزت (honour) چلی گئی یا میری بات چلی گئی یا میرا مالی نقصان ہو گیا۔ ان چیزوں سے بالاتر ہو کر خلوصِ دل سے جب تک آپ ﷺ کی اطاعت نہ کر لیں اور اسی حکم، اسی اطاعت میں راضی نہ ہوں، ان کا دل اس پر خوش ہو کہ میں نے حضور ﷺ کی اطاعت کی ہے وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (65) اور آپ ﷺ کے ارشاد کو اس طرح مانے کہ ماننے کا حق ادا ہو جائے۔ صرف ظاہری اعضاء و جوارح سے نہیں دل سے بھی مانے اور ان کی خوشی بھی حضور ﷺ کی اطاعت میں ہی ہو۔ بتقاضائے بشریت خطا ہو سکتی ہے، کہیں اتباع چھوٹ سکتا ہے، کہیں غلطی ہو سکتی ہے لیکن اس کا احساس ہو۔ فوراً رجوع الی اللہ کرے، توبہ کرے اور ان کے دل کی خوشی اس بات میں ہو کہ ہر معاملے میں حضور ﷺ کا اتباع کیا جائے۔ اب اس میں دو چیزیں آڑے آ جاتی ہیں۔ یا تو مال کا نقصان نظر آ جاتا ہے تو لوگ چھوڑ جاتے ہیں اور حرام سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں، جس طرح سے اب رواج ہے کہ ہر

بندہ اپنے پیسے پر سود لیتا ہے۔ کبھی اُس کا نام مارک اپ رکھ لیتے ہیں، کبھی منافع رکھ لیتے ہیں۔ مال کا نقصان برداشت نہیں کرتے۔ اور معاملات میں، ناپ تول میں، لین دین میں ہر آدمی کو یہ حرص ہوتی ہے کہ میرا مال بڑھتا رہے، زیادہ ہوتا رہے۔ ساری عمر بڑھاتا رہتا ہے اور چھوڑ کر مرجاتا ہے۔ یا پھر جان کا نقصان ہوتا ہے۔ میرا Honour ہے، میری عزت ہے، لوگ کیا کہیں گے۔ اللہ کریم نے فرمایا! کہ یہ تو میرا کرم ہے کہ میں نے اپنا نبی ﷺ مبعوث فرما کر بہترین، خوبصورت، آرام دہ زندگی گزارنے کے راستے متعین فرمائے۔ دنیا کے جتنے معاملات ہیں ان میں موازنہ کر کے دیکھ لیں، تجزیہ کر کے دیکھ لیں۔ سب سے خوبصورت، سب سے آسان زندگی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق گزارنے میں ہے۔ جتنا کوئی شریعت سے دور رہتا ہے، اتنی ہی اُس کی مشکلات بڑھتی ہیں، اتنا اس کے معاملات میں الجھاؤ آتا ہے، اتنی اس کی تکلیفیں اور دُکھ بڑھتے ہیں۔ یہ تو اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے زندگی آسان کردی۔ اگر تمہیں دنیا میں آکر مال اور جان عزیز ہے تو اللہ قادر ہے وہ ایسا بھی تو کرسکتا تھا جیسا ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اگر شرط ایمان یہ رکھ دی جاتی کہ جو ایمان لاتا ہے وہ اپنے آپ کو قتل کردے۔ اپنی گردن کاٹ لے، اپنے سینے میں گولی مارے، اپنے سینے میں چھری اتار لے، اپنے آپ کو قتل کردے تب ایمان قبول ہوگا پھر تمہاری Honour کہاں جاتی؟ تمہاری جان، تمہارا وجود، تمہاری انا کا کیا حشر ہوتا۔ اگر شرط ہی یہ لگادی جاتی کہ اس کا ایمان قبول ہوگا جو ایمان لائے اور اپنے آپ کو قتل کردے یا حکم دے دیا جاتا کہ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھربار، مال، جائیداد، اولاد چھوڑ کر تن تنہا نکل جاؤ، چھوڑ دو ہر چیز کو، گھر بھی رہنے دو، رشتہ دار بھی رہنے دو، اولادیں بھی رہنے دو۔ اگر ایمان کے ساتھ اس طرح کی شرطیں رکھ دی جاتیں تو کیا ہوتا مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ یہ مشکل ہوجاتا، لوگ کر نہیں پاتے۔ یہ کرنا اتنا آسان نہ ہوتا لیکن پھر بھی کچھ دیوانے ایسے ہوتے جو یہ بھی کر گزرتے۔ بہت تھوڑے لوگ ہوتے جن میں یہ جرأت ہوتی، جو اتنے فدا ہوتے، جو اتنے جانثار ہوتے کہ اتنی قربانی کرتے، لیکن ہوتے ضرور، یہ نہیں ہے کہ کوئی نہ ہوتا اور وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اگر یہ احکام دیے جاتے تو پھر فائدے میں وہ ہی رہتا جو یہ کر گزرتا۔ اپنے آپ کو قتل کردیتا یا گھربار چھوڑ کر نکل جاتا تو وہی فائدے میں رہتا۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا (66) یہی اس کے لیے بہتر ہوتا اور یہی چیز ایمان کو پختہ کرنے کی اور قابل قبول بنانے کی وجہ بنتی۔ لیکن اس ذاتِ بے نیاز نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی۔ تم پر تمہاری زندگی آسان کردی۔ کھانے کو طیب اور حلال قرار دیا۔ افعال میں نیکی، صلہ رحمی، محبت اور شفقت قرار دی۔ جان، مال، آبرو کی حفاظت کا حکم دیا۔ آسانیاں پیدا کیں۔ ہر شرعی حکم اس کام کو کرنے کا آسان ترین طریقہ بھی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کر گزرتے وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا (67) تو ہم انہیں اپنی طرف سے اس کا بہت بھاری معاوضہ دیتے۔ بہت بھاری بدلہ دیتے، بہت بڑا، اعلیٰ انعام عطا فرماتے۔ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (68) اور انہیں سیدھی راہ دکھاتے۔ ہدایت پر پھر وہی لوگ ہوتے۔ اس کا مطلب ہے کہ اطاعتِ پیغمبر ﷺ کے ساتھ دو انعامات ہیں۔ ایک یہ کہ ہدایت اور سیدھی راہ پر وہی ہے جو اتباع سنت کرتا ہے دوسرا یہ کہ عظیم انعامات انہیں کو ملیں گے جو اپنی زندگی اتباع رسالت ﷺ میں بسر کریں گے اور اس کا موازنہ کرلیجیے کہ آج اسلام سے ہٹ کر چلنے کے جتنے اسباب اور بہانے بنتے ہیں ان میں بنیادی طور پر یہی دو باتیں ہیں۔ انسان کی انا اور وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔ مجھ پر کوئی مصیبت نہ آئے، کوئی مجھ سے خفا نہ ہوجائے۔ میرا کوئی نقصان نہ ہوجائے، میرا جان یا مال کا نقصان نہ ہوجائے۔ تو فرمایا! یہ جان اور مال تمہارے ہیں ہی کب؟ تمہیں کس نے دیے، تم نے لیے کہاں سے؟ ان کو کون تمہاری ملکیت میں دے کر چلا رہا ہے؟ جب چاہے واپس لے لے۔ کتنے لوگوں پر روز موت آتی ہے کوئی روک سکتا ہے۔ کتنے لوگوں کا روز مالی نقصان ہوتا ہے کوئی انہیں روک سکتا ہے؟ اگر وہ سب سے لے لے تو کون روکے گا؟ پھر یہ چیزیں

اطاعتِ پیغمبر ﷺ میں مانع کیوں ہوں؟ اگر یہی شرطِ ایمان رکھ دی جاتی کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا گھر بار، مال چھوڑ کر نکل جاؤ تو پھر کیا کرتے؟ تو فرمایا! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے زندگی کی ساری آسانیاں اسلام میں سمو دیں۔ زندگی کے جتنے کام ہیں، کسی کو بھی کرنے کا سب سے آسان ترین طریقہ وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے عطا فرمایا، جو شریعت میں موجود ہے اور پھر حضور ﷺ کے اتباع پر ہی ہدایت اور ایمان کا دارومدار ہے اور آخرت کے انعامات بھی۔ اب موازنہ کر لیجیے کہ دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جس کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا جائے۔ دنیا کا کون سا ایسا منافع ہے جس کے لیے اللہ کے انعامات کو چھوڑ دیا جائے۔ کون سا ایسا کام ہے جس کے لیے راہِ ہدایت کو چھوڑ دیا جائے۔ فرمایا! اس پر غور کرو۔ اسے سمجھو اور یہ یاد رکھو اس کے انعامات بہت عظیم ہیں۔ ارشاد باری ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ جس نے زندگی اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں بسر کی کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ حضور ﷺ وہی حکم دیتے ہیں جو اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں بتا سکتا کہ اللہ کی رضا کس بات میں ہے اور اللہ کریم کس بات سے خفا ہیں۔ یہ منصبِ نبوت ﷺ ہے۔ تو جو میرے نبی ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ تو ایسے لوگوں کو تو ان مجالس تک رسائی ہوگی جو اللہ کے بہت ہی مقرب بندوں کی مجالس ہیں جیسے کہ انبیاءؑ یا صدیقین یا شہداء اور صالحین۔ یعنی اللہ کے جتنے مقرب بندے ہیں انسانیت میں سب سے اعلیٰ درجہ انبیاؑ کا ہے۔ نبوت کے بعد صدیق کا مقام ہے۔ صدیق کے بعد شہید کا مقام ارفع ہے پھر صالحین کا یعنی اللہ کے نیک بندوں کا مقام ہے۔ تو فرمایا! جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی بسر کریں گے۔ ہر ایک کا اپنا مقام اپنا گھر ہوگا لیکن بہترین مجالس تک اُن کی رسائی ہوگی۔ وہ انبیاءؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، صدیقین کی صحبت پائیں گے، شہداء کے پاس بیٹھیں گے اور صالحین کی محفل میں حاضری نصیب ہوگی وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (69) اور یہ کتنی خوبصورت مجالس ہوں گی۔ اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول بھی ایسا ہی ہے کہ ایک صحابیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ ہمیں جنت میں لے گیا تو ہم اپنے مقام پر کہیں نیچے پڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ کے منازل انتہائی اور اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گے تو جنت سے تو ہمیں یہ دنیا بھلی کہ یہاں، ہم گھر سے آتے ہیں، جیسا بھی ہو روکھی سوکھی کھا لیں، تکلیف میں ہوں، آرام میں ہوں لیکن ہم مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے دیدار سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے رخِ انور کو دیکھتے ہیں، آپ ﷺ کے ارشادات براہ راست سنتے ہیں اور زندگی کا مزہ آجاتا ہے سارے دکھ بھول جاتے ہیں۔ جنت میں آپ ﷺ کن اعلیٰ مقام پر، مقامِ محمود پر ہوں گے ہم اپنے اپنے مقام پر درجہ بہ درجہ ہوں گے تو ایسی جنت کا کیا فائدہ؟ آپ ﷺ کی زیارت ہو سکی نہ آپ ﷺ کے ارشادات سن سکے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی کہ ایسی بات نہیں ہے۔ جو حقِ اطاعت ادا کریں گے، جن کی زندگی میرے نبی ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہوگی جس طرح یہاں گھر سے نکل کر مسجد نبوی ﷺ میں آجاتے ہو جنت میں بھی اجازت ہوگی تم اپنے گھر سے نکلو گے تو بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچ جاؤ گے۔ ارشادات سنو گے، دیدار سے نوازے جاؤ گے۔ یہ سارے انبیاءؑ، صدیقینؓ، شہداءؓ صالحینؒ، مقربینؒ مل بیٹھیں گے۔ اور کیا ہی خوبصورت مجالس ہوں گی جس میں اطاعت گزاروں کو رسائی نصیب ہوگی۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (70) یہ سب اللہ کے کرم اور اس کی مہربانیاں ہیں، یہ اللہ کی عطا ہے۔ انسانی فیصلے بھی اس کی عطا کے محتاج ہیں۔ انسان کو صرف ایک فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ صرف ایک کہ اُسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہنا ہے یا الگ زندگی گزارنی ہے۔ اور یہ فیصلہ ہر کام پر کرنا پڑتا ہے، ہر معاملے پر کرنا پڑتا ہے کہ میں حضور ﷺ کا خادم ہوں یا مجھے اپنی مرضی سے زندگی بسر کرنا ہے۔ مجھے ویسا بننا ہے جیسا حضور ﷺ چاہتے ہیں یا ویسا بننا ہے جس میں میرے خیال میں میری عزت ہے یا میری بات رہ جائے۔ اس سے آگے وہ توفیق خود عطا کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں، اللہ کی طلب میں نکلیں، اللہ اُن پر اپنے راستے واضح کر دیتا ہے، اس پر چلنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے، عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

عجیب عجیب معاملات سامنے آتے ہیں۔ احباب اپنے احوال بھی لکھتے رہتے ہیں اور ایک بات بڑی کثرت سے ہوتی ہے کہ ذکر میں سستی ہو رہی ہے۔ میرے لیے دعا کریں، ذکر نہیں کر سکتا، میرا وقت کم ہو گیا ہے، میرا دورانیہ کم ہو گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کبھی چھوٹ جاتا ہے کبھی کرتا ہوں تو فرداً فرداً جواب دینے کے بجائے سارے احباب سن لیجیے کہ جب ہم سے ذکر چھوٹتا ہے یا جب ہم سے اتباع سنت چھوٹتا ہے یا کہیں سے شریعت پر چلنا چھوٹتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ ہمارے فیصلے کی کمزوری ہوتی ہے ہم یہ طے نہیں کر پاتے کہ مجھے کس راستے پر چلنا ہے؟ ہم متذبذب ہوتے ہیں۔ کہیں اسلام کی طرف رخ کر لیا، کبھی خواہشات دنیا کی طرف رخ کر لیا تو تذبذب کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ متذبذب ہونا کہ کبھی ادھر، کبھی ادھر، یہ فیصلہ نہیں ہے۔ فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ یا آپ ادھر ہیں یا ادھر ہیں طے ہو جائے کہ میں ادھر ہوں یا پھر میں اُدھر ہوں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بھی لوگ، سیاست میں، معاملات میں، خاندانی معاملات میں ایک دھڑے میں چلے جاتے ہیں اور پھر نفع نقصان برداشت کرتے رہتے ہیں کہ میری پارٹی یہ ہے، میرا دھڑا یہ ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ عام سیاسی کارکنوں نے نہ ایم این اے بننا ہوتا ہے نہ ایم پی اے بننا ہوتا ہے۔ نہ کوئی رتبہ لینا ہوتا ہے، محض ووٹر ہوتے ہیں لیکن اپنے سیاسی مطالبات کے لیے جل کر مر جاتے ہیں۔ برسوں جیلوں میں پڑے رہتے ہیں اور اپنی بات سے نہیں ہٹتے۔ اس طرح کا فیصلہ کیا جائے کہ مجھے حضور ﷺ کے اتباع میں رہنا ہے تو پھر سستی وغیرہ نہیں ہوتی پھر اللہ کریم ﷺ توفیق دے دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا جو ہمارے لیے محنت کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ انہیں راستے پر چلنے کی توفیق بھی عطا کر دیتے ہیں، راستہ بتا بھی دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کا یہ فیصلہ ہی کمزور ہو، مذبذبین میں ہو کہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر! تو پھر اُس کی مدد کون کرے گا؟ تو یہ جتنے دوستوں کو شکایت ہوتی ہے کہ معمولات میں سستی ہو رہی ہے اس کی بنیادی وجہ ہمارے فیصلے کی کمزوری ہوتی ہے۔ اپنا فیصلہ قطعی کر لے، طے کر لے کہ مجھے ایسا کرنا ہے تو اللہ کریم اس کے اسباب بنا دیتے ہیں اور پھر کتنی واضح اور خوبصورت بات قرآن کریم نے بتائی کہ اللہ تو مالک ہے وہ کوئی بھی مشکل ترین شرط لگا دیتا۔ وہ فرما دیتا کہ جو ایمان لائے تو اس کے ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ اپنے آپ کو قتل کر دے تو پھر فرمایا! قتل کرنا ہی عین سعادت ہوتا۔ اور وہی مقبول بارگاہ ہوتا جو اپنے آپ کو قتل کر دیتا۔ وہ یہ شرط لگا دیتا کہ جو ایمان لائے وہ گھر بار چھوڑ کر تن تنہا نکل جائے، جنگلوں میں رہے، کہیں رہے۔ پھر ایسا کرنا ہی عین سعادت ہوتا۔ اس میں ساری برکات ہوتیں اور اُسی کو سارے انعامات ملتے۔ تو اُس نے تو زندگی آسان کر دی۔ ہر معاملے کا آسان راستہ بتا دیا۔ اور شریعت کو چھوڑ کر دوسرے راستے مشکل ترین راستے ہیں۔ ان پر چل پڑتے ہو اور آسان ترین راستے پر نہیں چلتے جن پر برکات نبوت ﷺ نصیب ہوں۔ سارے اُخروی انعامات اس بات پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی کتنے خلوص دل سے۔ کتنی گہرائی سے حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جنت میں اطاعت گزاروں کو انبیاءؑ سے لے کر صلحاء تک سارے اللہ کے مقرب بندوں کی مجالس کی حاضری نصیب ہوگی اور کتنی خوبصورت مجالس وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (69) کیا خوبصورت سنگ ہوگا، کیا خوبصورت ساتھ ہوگا۔ اللہ کے مقرب بندوں کی محافل کی کیسی برکات، کیسے انوارات ہوں گے اور یاد رکھو! ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ یہ محض اللہ کی عطا ہے، مفت میں دیتا ہے اس کا انعام ہے۔ شرط یہ ہے کہ تمہارا فیصلہ مضبوط ہو اس لیے کہ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (70) اللہ اندر تک کی باتیں جانتا ہے۔ ظاہر داری سے یا خوشامد سے یا دکھاوے سے کوئی جیت نہیں سکتا چونکہ اللہ اندر، نہاں خانہ دل تک کی باتیں جانتا ہے۔ دنیا میں تو ہو سکتا ہے کوئی باتیں کر کے اپنا مقصد حاصل کر لے۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے ارشاد

تبوی کا مفہوم ہے) کہ میرے پاس فیصلوں کے لیے آتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ ایک شخص چرب زبان ہو، زیادہ باتیں کرسکتا ہو اور دوسرے کو باتیں کم آتی ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی باتیں کر کے کوئی فیصلہ اپنے حق میں کرالے لیکن یاد رکھو، اللہ تو باطن کو بھی جانتا ہے میدان حشر میں پھر اس کو کئی گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا کہ اس نے اللہ کے نبی ﷺ کو بھی دھوکہ دیا۔ تو اگر اللہ کریم دلوں کے حال سے واقف نہ ہوتے تو کتنے مخلص پس جاتے اور کتنے خوشامدی جیت جاتے، فرمایا! ایسی بات نہیں ہے اللہ اندر کی باتوں کو جانتا ہے، ہر بات کے پیچھے نیت کیا ہے ارادہ کیا ہے؟ دل میں کیا ہے؟ وہ جانتا ہے اور اسی کو اجر ملتا ہے۔ جس کے دل میں خلوص ہو اور جتنا ہو اتنا ہی ملتا ہے۔ یہ ساری باتیں جو اللہ نے ارشاد فرمائیں، یہ سارے انعامات عطا فرمائے، یہ محض عطائے باری ہیں یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ کی عطا ہے، اللہ کا انعام ہے۔ لیکن یہ یاد رکھو اللہ اندر کی باتوں کو بھی جانتا ہے جو کچھ کرو اداکاری (Acting) نہ کرو، خلوص دل سے کرو۔ دکھاوے کے لئے نہ کرو، خلوص دل سے کرو۔ تو جب کوئی طے کر لیتا ہے کہ یہ حتمی بات ہے کہ میں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گا اور مجھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع کرنا ہے۔ وہ اس کے انعامات ہیں وہ عطا کر دیتا ہے۔ اس کی دست گیری فرماتا ہے اور اُسے توفیق عطا کر دیتا ہے کہ وہ ایسا کرسکتا ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO

بقیہ صفحہ نمبر 36

اگر مزید محنت کریں تو آگے بھی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ صحبت شیخ کے پیریڈ میں حضرت شیخ المکرم یا تو درس قرآن دیتے ہیں یا سوال وجواب کی محفل ہوتی ہے جس میں اشکال اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

تو آیئے دعوت وتبلیغ کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے ذکرِ قلبی سیکھیں ذکر قلبی سیکھنے کے لئے دارالعرفان منارہ میں شیخنا المکرم حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ العالی کی صحبت اختیار کریں۔

بقیہ صفحہ نمبر 33

کہ انبیا کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام آتا ہے۔ صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ عنہ آتا ہے۔ ہم عام آدمی کو نہیں کہہ دیتے اللہ آپ سے راضی ہو۔ لیکن وہ مخصوص اصطلاح رضی اللہ عنہ صحابہ کے لیے قرآن نے استعمال کی ہے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (المائدہ:119) اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ تو یہ اس لیے پابندی کی جاتی ہے کہ سمجھنے والے کو، سامع کو دھوکہ لگ سکتا ہے اگر آپ کسی ولی اللہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگائیں تو سننے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کسی صحابی کی بات کر رہا ہے۔ اس لیے یہ عمومی قاعدہ ہے۔ کوئی فرض واجب نہیں ہے۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ انبیاء کے ساتھ علیہ السلام لگایا جائے۔ صحابہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگایا جائے اور اہل اللہ کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ لگایا جائے۔

دعائے مغفرت

1۔ سندھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد طیب عرف محمد پٹھان
2۔ شاہ کوٹ ضلع ننکانہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر محمد افضل کے والد محترم
3۔ خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسلم/محمد اکرم کی والدہ محترمہ
4۔ سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد طیب کی بیٹی
5۔ چچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مسعود احمد کی والدہ محترمہ
6۔ دینہ جہلم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی غلام شبیر
7۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر عبدالعزیز
8۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رئیس احمد صدیقی کے والد محترم

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

23 جون 2012

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

سوال: یہ خواتین کی طرف سے سوال ہے۔ کہ تعلیمات نبھانے کے لئے قرآنی اصول اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (حٰم السجدہ:34) اپنانے کا سلیقہ بتائیں کہ بندہ اپنی عزتِ نفس کی حفاظت بھی کر سکے اور برائی کو بھلائی سے دور بھی کر سکے۔

جواب: میرے خیال میں یہ سوال کوئی بنتا تو نہیں ہے۔ سادہ سی عام فہم بات ہے اور عمومی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی برائی کرتا ہے تو ضروری نہیں ہے کہ آپ جواب میں برائی ہی کریں۔ درگزر کر دینا بھی ایک بھلائی ہی ہے۔ معاف کر دینا بھی بھلائی اور نیکی ہے۔ مصیبت میں اس کی مدد کر دینا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن یہ سوال اس لیے کھڑا ہو جاتا ہے کہ لوگ برائی اور بھلائی کو خود جانچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر خود نہ جانچا جائے، شریعت کو معیار رکھا جائے جو جس کا شرعی حق ہے وہ اسے دیا جائے تو یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور عموماً خواتین کے یہ سوال تو ساس بہو کے جھگڑے میں ہوتے ہیں۔ اب گھروں میں جب ساس بہو کی باتیں ہوتی ہیں تو ساس کو شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے میرا بیٹا ہی قابو کر لیا۔ بہو کو شکوہ ہوتا ہے کہ یہ مجھے جینے نہیں دیتی۔ میری Privacy میں مداخلت کرتی ہے۔ تو دونوں طرف شکایت رہتی ہے۔ انسان کا بھی عجیب مزاج ہے۔ جب اس کے اپنے مفاد پر زد پڑتی ہے تو اسے شریعت یاد آ جاتی ہے۔ جب دوسرے کا نقصان کرتا رہتا ہے تو شریعت یاد نہیں آتی۔ جب اپنا نقصان ہونے لگتا ہے تو فوراً اسلام کی آڑ میں آ جاتا ہے قرآن کی آیتیں ڈھونڈنا شروع کر دیتا ہے۔ سادہ سی بات ہے نیکی یہ ہے کہ جو جس کا شرعی حق ہے اُسے دیا جائے۔ اور اگر کوئی اپنا شرعی حق مانگتا ہے یا لیتا ہے اُسے برائی نہ سمجھا جائے یہ اُس کا حق ہے۔ ہم ایک دوسرے کا حق مار کر بیٹھ جاتے ہیں جب وہ مانگتا ہے ہم کہتے ہیں ظالم ہے۔ اگر لے لیتا ہے تو کہتے ہیں مجھ سے چھین لیا۔ جو اس کا حق ہے وہ اُسے دینا آپ پر واجب بنتا ہے۔ ضروری ہے کہ کسی کا حق نہ رکھیں۔ تو اگر شرعی اعتبار سے دیکھا جائے تو نیکی کرنے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ آپ اپنے شرعی حقوق چھوڑ دیں۔ کوئی آپ کو قتل کر دے اور آپ ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں۔ کوئی آپ کا گھر لوٹتا رہے آپ اس کی حفاظت نہ کریں۔ نیکی سے جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ اگر برائی کرتا ہے، آپ کی غیبت کرتا ہے، آپ کے پیچھے بھلا برا کہتا ہے تو کیا ضروری ہے کہ آپ بھی وہی برائی شروع کر دیں؟ آپ اچھائی کریں اور اپنے معیار پر رہیں۔ اس نے بھی اللہ کے حضور جانا ہے، آپ نے بھی اللہ کے حضور جانا ہے۔ پھر نیکی کا ایک اثر دنیا میں بھی ہوتا ہے، برائی کا بھی ہوتا ہے۔ اعمال کا ایک اثر دنیوی حیات پر بھی ہوتا ہے۔ قوموں کی قومیں تباہ ہوگئیں یہ اعمال ہی کا اثر تھا۔ تو دنیا میں بھی قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ اس سے بھلائی کریں تو وہ دشمنی چھوڑ کر آپ کی دوستی کی طرف آ جائے۔ لیکن بھلائی وہ نہیں ہے جو ہمارے خیال میں ہے۔ بھلائی وہ ہے جو شریعت نے حکم دیا ہے۔ ہم نیکی بدی کے معیار اپنے بنا لیتے ہیں نا تو وہاں یہ مصیبت ہوتی ہے۔ اب پچھلے دنوں ایک خاتون ہی کی ای میل تھی کہ جی میں بڑی مجبور ہوں، ہمارا جوائنٹ فیملی سسٹم ہے اور یہ شریعت کے خلاف ہے۔ دیکھو اس کا دماغ خراب ہے مل جل کر رہنا شریعت کے خلاف کہاں سے ہو گیا۔ یہ صحیح بات ہے، فطری اصول ہے کہ بچوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں تو انہیں اپنا الگ گھر دینا چاہیے، رہنے کی سہولت دینی چاہیے۔ لیکن اگر والد کے ساتھ کاروبار مشترک

ہے، والد کا حصہ بھی ہے بچوں کا حصہ بھی ہے، وہ اکٹھے کاروبار کر رہے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ اگر گھر الگ لیا جائے تو کاروبار بھی بانٹ لیا جائے۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ غیروں کے ساتھ بھی تو کمپنیاں بنا کر چلتی رہتی ہیں۔ اگر باپ بیٹوں میں چل رہی ہے تو اُسے بانٹنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر چیز کی ایک حد، ایک Limit ہوتی ہے۔ عموماً ساس بہو کے جھگڑے میں ایسا ہوتا ہے کہ ساس اپنے حقوق جتاتی رہتی ہے اُسے یہ یاد نہیں رہتا کہ میرے فرائض کیا ہیں۔ اور بہو اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی رہتی ہے وہ بھی یہ بھول جاتی ہے کہ میرے فرائض کیا ہیں۔ اور شروع یہ ہو جاتا ہے کہ تمہاری والدہ اور میری والدہ، تمہارا باپ اور میرا باپ۔ بھئی جب تمہارا نکاح ہو گیا تم شرعاً ایک دوسرے کے لیے حلال ہو گئے تو میاں کے والدین بھی بیوی کے لیے والدین ہی کا درجہ رکھتے ہیں، وہ بھی اس کے اپنے ہیں اور بیوی کے والدین بھی میاں کے لیے والدین ہی کا درجہ رکھتے ہیں، وہ بھی اس کے اپنے ہیں۔ پھر تمہارے میرے کہاں سے آ گیا۔ جیسے اپنے ماں باپ کی عزت کرتی ہو ویسے ہی ساس سسر کی بھی کرو۔ میاں جیسے اپنے ماں باپ کی عزت کرتا ہے، ساس سسر کی بھی اسی طرح کرے۔ اسلام اگر بیچ میں نہ آئے پھر تو آپ خوش باش ہیں۔

یہ بھی عجیب انسانی مزاج ہے کہ کچھ لوگ تو دین بیزار ہیں وہ دین کی طرف آتے ہی نہیں لیکن ان دین بیزار لوگوں کو بھی جب زد پڑتی ہے تو انہیں اسلام یاد آ جاتا ہے۔ اور دیندار طبقہ نے اسلام کو ایک ڈھال بنا رکھا ہے۔ جہاں سے سمجھا کہ میرا کوئی دنیوی نقصان ہوتا ہے وہاں اسلام کو لے آئے اور جہاں خود لوگوں کو بلڈوز کرتے رہے وہاں اسلام یاد نہیں رہتا۔ تو نیکی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا حق ضائع کر دیں۔ اپنا حق بچائیں لیکن ضروری تو نہیں کہ دوسرے کو گالیاں دے کر، ڈنڈے مار کر ہی حق بچایا جا سکتا ہے۔ احسن طریقے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اچھے طریقے سے بھی اپنی حفاظت کی جا سکتی ہے۔

''عزت نفس'' یہ ایک اصطلاح ہے جو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ یہ عزت نفس بلا کیا ہوتی ہے۔ بندہ، بندہ ہے اور اس کی عزت بندگی میں ہے۔ جتنی وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اتنا اُسے یہ شعور حاصل ہوگا کہ سب کچھ اللہ ہے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ یہی اس کی عزت کا سبب ہوگا اور اسی میں اس کی عزت ہے۔ اردو دانوں نے یہ ایک اصطلاح ایجاد کر لی ہے۔ نفس کی کونسی عزت ہوتی ہے؟ اگر آدمی اپنے نفس کے پیچھے لگ جائے تو اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:53) یقیناً نفس تو برائی کی طرف جاتا ہے۔ یہ عظمت الٰہی کا شعور ہے، اطاعتِ الٰہی کا ثمر ہے، اتباع پیغمبر ﷺ کا ثمر ہے کہ نفس امارہ سے لوامہ بن جاتا ہے یعنی اُسے برائی کا احساس ہو جاتا ہے۔ تو بندہ اگر غلطی بھی کرے تو اس کا نفس بھی اُسے ملامت کرتا ہے کہ کیا کر رہے ہو، یہ تو تمہیں زیب نہیں دیتا۔ وہی نفس جو برائی کا حکم دیتا تھا وہ برائی پر ملامت کرنے لگ جاتا ہے۔ اُسے یہ احساس ہوتا ہے میں نے غلط کیا۔ اور اس سے ترقی کر جائے تو نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ (الفجر:26-27) اپنے رب کے پاس خوشی خوشی واپس جا۔ تو یہ اصطلاح ''عزت نفس'' یہ محض ہر بندے نے اپنی ایجاد کی ہوئی ہوتی ہے اور ہر بندے کا اپنا معیار ہے کہ اس میں میری عزت ہے، اس میں میری بے عزتی ہے، بعض اوقات اتباع شریعت میں بے عزتی سمجھ لیتے ہیں کہ ناک کٹ جائے گی۔ یہ جو رسومات ہم نے ہندوؤں سے لی ہیں کہ گانا، سہرا باندھنا ہے، ڈھول باجے بجانے ہیں دولہا پر پانی ڈالنا ہے وغیرہ۔ یہ ساری ہندوؤں کی رسومات ہیں جو مسلمانوں میں در آئیں۔ مل جل کر رہنے کی وجہ سے، خصوصاً مغلوں کے عہدِ سلطنت میں بالخصوص اکبر کے زمانے میں یہ زیادہ در آئیں۔ اب خلافِ سنت کرتے ہیں، ہندوؤں کی رسموں پر عمل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس میں میری بڑی عزتِ نفس ہے۔ اور اگر کوئی کہہ دے ایسا نہیں کرو تو کہتے ہیں، نہیں کروں گا تو ناک کٹ جائے گی۔ سنت پر عمل کروں گا تو ناک کٹے گی۔ گویا ادبی الفاظ میں عزتِ نفس مجروح ہوگی۔ تو یہ عزتِ نفس کے ڈھکوسلے بھی ایجادِ بندہ ہیں۔ اتباع شریعت میں عزت ہی عزت ہے۔ جو اس کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے وہ غلطی پر ہے اور شریعت کی خلاف

ورزی میں کوئی عزت نہیں۔ جو اس پر فخر کرتا ہے تو یوں تو لوگ ڈاکہ کر کے بھی فخر کرتے ہیں۔ قتل کر کے بھی کہتے ہیں میں نے اتنے بندے مار دیئے فخر کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں یہ میری بڑی عزت ہے۔ عزت نہیں ہے، یہ ذلت ہے۔ چیزوں کی حقیقت تب سامنے آئے گی جب میدانِ حشر میں انہیں کھولا جائے گا۔ ابھی تو لفافے میں بند ہیں نا کوئی اس پر اپنی مرضی کا اسٹکر (Sticker) لگا رہا ہے۔ یہ میری عزت ہے یہ میری بے عزتی ہے۔ جب وہ لفافے کھلیں گے تو چیزوں کی حقیقت سامنے آئے گی۔ نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ربنا ارنا حقیقۃ الاشیاء او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا۔ کہ فی الحقیقت یہ کیا یہ اچھائی ہے یا نہیں ہے، اس میں عزت ہے یا نہیں ہے اللہ کریم ہمیں دکھا دے۔ بلکہ اس کا پورا ایک واقعہ حدیث شریف میں ملتا ہے کہ کسی نے کلیجی تحفتاً حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی گھر پہنچی تو اہلِ خانہ نے رکھ دی کہ حضور ﷺ تشریف لائیں گے تو ان کے لیے پکائی جائے گی۔ کاشانۂ نبوی ﷺ پر تو اکثر پکانے کو کچھ ہوتا نہیں تھا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک چاند طلوع ہوتا اور وہ غروب ہو جاتا یعنی مہینہ گذر جاتا۔ پھر نیا چاند طلوع ہوتا وہ بھی غروب ہو جاتا پھر تیسرا چاند طلوع ہوتا اس عرصے میں ہمارے گھر میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی اس لیے کہ پکانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ سائل نے عرض کی پھر اتنا عرصہ آپ کیسے بسر کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہم نے کھجوریں کھالیں پانی پی لیا یا دودھ کسی نے ہدیتاً بھیج دیا تو اس پر اہل خانہ کا بھی اور خود نبی کریم ﷺ کا گزارا ہوتا تھا۔ دودھ پی لیا، کھجوریں کھالیں یا پانی پی لیا۔ تو وہاں تو پکانے کے لیے کچھ آنا بڑی عجیب سی بات تھی تو بڑی خوشی خوشی انہوں نے رکھا کہ آج ﷺ حضور تشریف لائیں گے تو یہ کلیجی پکا کر پیش کریں گے۔ حضور ﷺ سے پہلے کسی سائل نے گلی میں آواز لگائی، کھانے کو کچھ مانگا۔ وہاں تو اس کلیجی کے سوا کچھ تھا نہیں وہ گھر والوں نے حضور ﷺ کے لیے رکھ دی تھی۔ جواب میں فرما دیا جاتا تھا کہ اللہ تمہیں برکت دے۔ مراد یہ ہوتی تھی کہ اللہ ہی دے ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آج کلیجی آئی تھی، ہم نے رکھی ہے ابھی بنا کر دیتے ہیں۔ تو جب جا کر دیکھا تو پلیٹ میں کلیجی کی جگہ سیاہ پتھر پڑا تھا۔ اہل خانہ تو پریشان ہو گئے اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ ہم نے کلیجی رکھی تھی یہ پتھر ہے۔ فرمایا، کوئی سائل تو نہیں آیا تھا گھر میں؟ ہاں یارسول اللہ ﷺ! سائل کی آواز بھی آئی تھی۔ فرمایا جب چیز پاس ہو اور سائل کو نہ دی جائے تو اس کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ خواہ ظاہر میں یہ کلیجی ہی رہتی حقیقت میں پتھر ہو گئی۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے اس کی حقیقت ہم پر ظاہر کر دی۔ جب سائل آیا تو آپ اُسے دے دیتے۔ ہمارے لیے اللہ اور انتظام کر دیتا۔ تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللّٰھم ارنا حقیقۃ الاشیاء اے اللہ! چیزوں کی حقیقت ہمیں دکھا۔ آپ ﷺ نے اس طرح سے واضح فرمایا۔ تو عزت و ذلت کا معیار شریعت ہے۔ شریعت نے ہر ایک کا اپنا حق مقرر کیا ہے۔ والدین کا حق ہے، ماں کی خدمت کرو، باپ کی خدمت کرو۔ لیکن وہیں فرمایا کہ اگر اللہ کے حکم کے خلاف تمہیں حکم دیں تو ان کی بات مت مانو۔ ادب پھر بھی کرو، احترام پھر بھی کرو، لیکن اگر وہ تمہیں کہتے ہیں کہ شرک کرو تو انکار کر دو، وہ بات مت مانو۔ اب یہ ضروری نہیں کہ آپ رو در رو ان کو کہیں کہ میں تیری نہیں مانتا، تیری ایسی کی تیسی۔ آپ وہ بات نہ مانیں لیکن کیا ضروری ہے کہ آپ اُن سے تلخ کلامی کریں۔ لیکن جتنا بھی احترام ماں باپ کا ہے اس کے ساتھ یہ قید ہے کہ شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں تو وہ سنی ان سنی کر دیں۔ ورنہ تو کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو میدانِ بدر میں حضور ﷺ کے خلاف تلواریں سونت کر آئے اور ان کے بیٹے مسلمان تھے۔ اور وہ خود حضور ﷺ کی رفاقت میں تھے۔ تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا باپ اُس طرف ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں وہ تیرے دنیا میں آنے کا سبب بنا تھا تو اس کے دنیا سے جانے کا سبب نہ بن۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا

عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ بدر میں مشرکین کی طرف شریک تھے۔ پھر دولت اسلام سے سرفراز ہوئے اور ہجرت کی، مدینہ منورہ آگئے ایک دن باتوں باتوں میں والد سے کہنے لگے کہ بدر کے روز آپ میری تلوار کی زد پر آگئے تھے لیکن میں باپ سمجھ کر وار نہیں کر سکا۔ تو انہوںؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر تم میری زد میں آتے تو میں تمہارے ٹکڑے اڑا دیتا۔ تو اس نے کہا آپؓ کو شفقت پدری نہ مجبور کرتی؟ وہ کہنے لگے جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں تلوار لے کر آئے وہ بیٹا کیسا اور شفقت پدری کیسی! پھر کون سی شفقت پدری اور کون سا باپ بیٹے کا رشتہ۔ تو شریعت نے جہاں والدین کے حقوق کی تخصیص رکھی ہے وہاں اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ والدین کو بھی دیکھنا چاہیے کہ جو ان کی اولاد کے حقوق ہیں وہ انہیں دیے جائیں۔ اس طرح ساس کے بھی حقوق ہیں۔ اگر ساس کے حقوق ہیں تو بہو کے بھی حقوق ہیں۔ ہر ایک اپنی حد میں رہے تو کوئی جھگڑا، کوئی فساد، کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جب حد سے تجاوز کرتے ہیں تو پھر جنگیں ہوتی ہیں، لڑائیاں ہوتی ہیں۔ تو اپنے معیار نہ بنائے جائیں اور شریعت کے مطابق رہا جائے تو پھر یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: قرآن حکیم میں غیر انبیا کے لئے علیہ السلام استعمال ہوا ہے۔ جیسے حضرت مریم حضرت خضر، تو کیا یہ انبیا علیہ السلام کے لئے مخصوص نہیں؟

جواب: تلاوت تو کرتا رہتا ہوں لیکن حافظ نہیں ہوں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کہیں براہ راست حضرت خضر یا حضرت مریم کے ساتھ علیہ السلام آیا ہو۔ جملے میں، محاورے میں آجانا اور بات ہے اور نام کے ساتھ براہ راست آنا اور بات ہے۔ لیکن یہ روش قرآن کریم ہے یہ کوئی فرض واجب نہیں ہے۔ ہم عام آدمی کو کہتے ہیں السلام علیکم۔ تو اگر کسی ولی اللہ کے ساتھ علیہ السلام لگا لیا جائے تو گناہ تو نہیں ہے۔ ہم گنہگار مسلمان کو بھی السلام علیکم کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی روش اور رویہ یہ ہے۔ کہ جہاں انبیاءؑ کا ذکر آتا ہے وہاں علیہ السلام آتا ہے۔ جہاں صحابہؓ کا ذکر آتا ہے وہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتا ہے۔ اور جہاں اولیاء اللہ کا ذکر آتا ہے وہاں رحمۃ اللہ آتا ہے۔ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ O (الاعراف:56) تو یہ ایک رانداش بن گئی ہے کہ آپ کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لگائیں تو سننے والا مسلمان یہ سمجھے گا کہ یہ کسی نبیؑ کا ذکر کر رہا ہے۔ آپ کسی ولی اللہ کے ساتھ عقیدت میں لوگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لگا دیتے ہیں۔ لیکن روش قرآن کے مطابق سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ کسی صحابیؓ کی بات کرتا ہے۔ تو آپ اگر رحمۃ اللہ لگائیں تو سننے والا سمجھتا ہے کسی ولی اللہ کی بات کر رہا ہے۔ یعنی رضی اللہ عنہ لگائیں تو سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ کسی صحابیؓ کی بات کر رہا ہے۔ علیہ السلام لگائیں تو سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ کسی نبیؑ کی بات ہو رہی ہے۔ تو یہ روش قرآن کریم ہے اس لیے بہتر ہے کہ اس معیار کو اسی طرح رہنے دیا جائے۔ ورنہ اگر کسی کے ساتھ علیہ السلام لگا لیا جائے تو وہ گناہ نہیں ہے۔ ہم عام آدمی کو بھی تو کہتے ہیں السلام علیکم، سلامتی ہو تم پر۔ علیہ السلام، اس پر سلامتی ہو۔ یہ جرم تو نہیں بنتا۔ اکثر شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیہ السلام لگاتے ہیں۔ اب اس میں مغالطہ یہ پڑتا ہے کہ شاید انہوں نے حضرت علیؓ کو نبوت کا درجہ دے رکھا ہے یا کوئی اس طرح کی بات۔ ورنہ تو ایک عام آدمی کو السلام علیکم کہا جا سکتا ہے تو حضرت علیؓ کو کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن جو روش قرآن ہے اس میں سننے والے پر اثر ایسا پڑتا ہے اس لیے ایسا نہیں کیا جاتا۔ بہتر یہی ہے، اچھا طریقہ یہی ہے کہ انبیاء کے نام کے ساتھ علیہ السلام لگایا جائے۔ صحابہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگایا جائے اور دیگر علماء اساتذہ نیک اچھے لوگوں کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لگایا جائے۔ یہ کوئی فرض واجب نہیں ہے۔ روش قرآن ہے اور سننے والے کو غلطی لگ سکتی ہے اس لیے یہ طریقہ کیا گیا۔ کہیں اللہ کریم نے توفیق بخشی، تو اب میں تلاوت کرتے ہوئے دیکھوں گا۔ میرے خیال میں تو حضرت مریم اور حضرت خضر کے نام کے ساتھ براہ راست علیہ السلام نہیں آیا، کہیں جملے میں ہو تو وہ الگ بات ہے۔ پڑھ کر دیکھیں گے تو پتہ چلے گا۔ تو بہر حال یہ قرآن کریم کا جو طریق ہے، روش ہے اسلوب کہہ لیں وہ یہ ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 29 پر۔)

مولانا محمود خالد، بہاول پور

اہمیت ذکرِ قلبی

تمام احوال واوقات میں ذکر، کثرتِ ذکر بالخصوص دعوت وتبلیغ کے وقت ذکر تبھی ممکن ہے جب داعی ومبلغ ذکرِ قلبی کرتا ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِO

اِذۡھَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡکَ بِاٰیٰتِیۡ وَلَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡO (طٰہٰ:20)

آپ اور آپ کا بھائی ہماری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد (میرے ذکر) میں سستی نہیں کیجئے گا۔

1۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اپنی "تفسیر مظہری"، ج7، ص385 میں فرماتے ہیں" اور تم دونوں میرے ذکر میں سستی نہ کرنا (سدی) یا کمی نہ کرنا (محمد بن کعب) قاموس میں ہے۔ وَنیٰ بروزن فَتیٰ تھکان سستی"

2۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب "بیان القرآن"، ج7، ص23 میں فرماتے ہیں۔" میری یادگاری میں (خواہ خلوت میں خواہ تبلیغ کے وقت) سستی مت کرنا۔" مسائل السلوک میں لکھتے ہیں۔

فِیۡہِ اَصۡلٌ مَاقَالُوۡا اِنَّ مِنۡ شَرَائِطِ الۡبَرَکَۃِ فِی التَّعۡلِیۡمِ اِشۡتِغَالُ الۡمُعَلِّمِ نَفۡسَہٗ بِالذِّکۡرِ.

اس میں اصل ہے اس قول کی کہ برکت فی التعلیم کی شرائط میں سے یہ ہے کہ معلم خود بھی ذکر میں مشغول ہو۔ (12)

اور اس سے قبل کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا وَّنَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا کے ترجمہ میں فرماتے ہیں تاکہ ہم دونوں (مل کر تبلیغ ودعوت کے وقت) آپ کی خوب کثرت سے پاکی کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں۔

3۔ حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحبؒ جامعہ نظامیہ حیدرآباد انڈیا "مسائل السلوک" کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے "قرآنی تعلیمات"، ص287 میں لکھتے ہیں۔

"یاد رکھنا اس کارِ عظیم کی ادائیگی (دعوت توحید) میں ذکر سے غفلت نہ برتنا۔ دعوت وتبلیغ کے کام ہوں یا تدریس وتالیف کے کام ہوں خود کو ذکرِ الٰہی سے معمور رکھنا خیر وبرکت کا ذریعہ ہوجاتا ہے اور اس کا نفع متعدی ہوتا ہے۔

مسائل السلوک: حکیم الامت لکھتے ہیں کہ اس ہدایت میں اہل علم کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ معلم کو خود بھی ذاکر ہونا چاہئے تاکہ شاگردوں کو تعلیم وارشاد کی برکتیں نصیب ہوں۔"

حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادی صاحب تفسیر "ماجدی"، ص641 میں فرماتے ہیں۔

"اہل حق کا اصلی مشغلہ وفریضہ یہی یادِ الٰہی ہے جس کی تاکید سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پیغمبر بھیجے ہی جاتے ہیں تذکر وتذکیر کے لئے۔ دنیوی نظام حکومت قائم کرنے کی حیثیت ثانوی اور ضمنی ہوتی ہے۔"

5۔ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ تفسیر "عثمانی"، ص419 میں فرماتے ہیں۔

یہاں وَلَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡ کہہ کر وہ بات یاد دلادی یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال واوقات میں عموماً اور دعوت وتبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار یہی ہے۔ حدیث میں ہے وَاِنَّ عَبۡدِیۡ کُلَّ عَبۡدِی الَّذِیۡ یَذۡکُرُنِیۡ وَھُوَ مُنَاجِزٌ قِرۡنَہٗ.

میرا کامل بندہ وہ ہے جو مجھے اس وقت بھی یاد رکھتا ہے۔ میرا ذکر اس وقت بھی کرتا ہے جب وہ اپنے مدمقابل سے لڑائی یا جنگ کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ "تیسیر القرآن و تسہیل القرآن 1705" میں فرماتے ہیں۔

6۔ وَلَاتَنِيَا محض اہتمام کے لئے فرمایا۔ ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو ذکرِ الٰہی میں خود ہی بہت چست ہوتے ہیں۔ چونکہ سخت دشمن سے مقابلہ تھا۔ اس لئے ذکرِ الٰہی میں تاکید فرمائی کیونکہ ذکرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا ہی اطمینانِ قلب کا موجب ہے۔

7۔ ڈاکٹر علام مرتضیٰ ملکؒ "انوار القرآن، ج1، ص380" میں فرماتے ہیں۔

"دین کی دعوت و تبلیغ اس وقت اپنا اثر دکھاتی ہے جب اندر ذکر کی گرمی موجود ہو۔ اگر ذکر کی گرمی نہیں تو بات منہ سے نکل کر کان تک پہنچے گی اور ایک کان سے داخل ہو کر دوسرے کان سے نکل جائے گی۔ گویا بات بے اثر رہے گی۔ لیکن اگر کچھ بھی ذکر کی گرمی موجود ہو تو از دل خیزد بر دل ریزد۔ یعنی بات دل سے نکلے گی اور دل پر اثر کرے گی۔

8۔ حضرت مولانا عبدالحق الحقانی الدہلویؒ تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، ج5، ص188 اور میری یاد میں سستی نہ کرنا میں لکھتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی میں ایک بڑی قوت ہے جس سے ہیبت اور وقار پیدا ہوتا ہے۔ گردن کشوں کی گردنیں سامنے جھک جاتی ہیں، دل میں قوت اور کام میں سہولت پیدا ہوتی ہے، روحانیت کا غلبہ رہتا ہے۔ جس سے بڑے بڑے کام سرانجام پاتے ہیں۔"

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ "ذخیرۃ الجنان، ج13، ص352" میں فرماتے ہیں وَلَاتَنِيَا اور سستی کرنا فِىْ ذِكْرِىْ میری یاد میں جتنی کثرت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا۔ اتنا شیطان کے پھندے سے محفوظ رہے گا۔ اور دلی اطمینان حاصل ہوگا۔ سورہ رعد آیت نمبر 29 میں ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ "خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔" اور جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہوگا اور شیطانی وساوس سے نجات ملے گی۔"

10۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحبؒ "معالم العرفان فی دروس القران، ج13، ص82 میں لکھتے ہیں۔

وَلَاتَنِيَا فِىْ ذِكْرِىْ میری یاد میں سستی نہ کرنا بلکہ ہمیشہ ذکر میں مصروف رہنا۔ ذکرِ الٰہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے اعمالِ خیر کی انجام دہی میں تقویت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے دل میں اطمینان پیدا ہوتا ہے اسی لئے اہلِ ایمان کو دورانِ نماز اور اس کے علاوہ صبح و شام حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی ذکرِ الٰہی جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے...... ذکر ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی تحدید (Limitation) نہیں ہے۔ سب سے آسان ذکر لسانی ہے...... زبانی ذکر کے علاوہ قلبی ذکر بھی ہوتا ہے۔ جو لوگ محنت کرتے ہیں، ان کے قلب، روح اور لطائف باطنی بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ صاحب حصن حصین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر بھی ذکر میں داخل ہے فرمایا كُلُّ مُطِيْعٍ لِلّٰهِ فَهُوَ ذَاكِرٌ "اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالانے والا ہر شخص اللہ کا ذکر کر رہا ہے ہر نیکی کا کام ذکرِ الٰہی میں شامل ہے اسی لئے اللہ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرمایا کہ میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔

11۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب "ضیاء القرآن"، ج3، ص113 میں فرماتے ہیں۔ "ونى" کہتے ہیں کمزوری اور کوتاہی کو "الونى الضعف والفتور" رخصت کرنے سے پہلے ایک بار تاکید کر دی کہ ذکر میں کوتاہی نہ کریں کیونکہ ذکرِ الٰہی ہی سب مشکلوں کی کلید ہے یہی وہ سرچشمہ ہے جس سے عزم و ہمت کے فوارے پھوٹتے ہیں۔

12۔ حضرت مولانا صلاح الدین یوسف "احسن البیان"، ص860 میں لکھتے ہیں۔ "اس میں داعیانِ الی اللہ کے لئے بڑا سبق

ہے کہ انہیں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔"

13۔ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب دامت برکاتہم ومدفیوضہم "اسرار التنزیل، ج 4، ص 269) میں فرماتے ہیں۔

"میرا مقبول اور میرا نبی ہونے کے معجزاتی دلائل لے کر آپ دونوں بھائی جائیں مگر یہ بات یاد رکھیں کہ میری یاد اور میرے ذکر میں پوری طرح متوجہ رہیں۔ اس میں سستی نہ آئے۔ اللہ کا بندہ اور اس کا مقبول ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہی ہے کہ ہمہ تن اپنے قول و فعل سے نہ صرف اس کی اطاعت کرتا ہو بلکہ اس کی طرف سے مجسم دعوت بن جائے...... ایسے بندے کو ذکرِ دوام نصیب ہو جاتا ہے، جیسے یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ دونوں بھائی میرے ذکر میں توجہ کم نہ ہونے دیں کہ نبی کا سارا وجود ذاکر ہوتا ہے بلکہ لباس تک حتیٰ کہ جس زمین پر قدم رکھتا ہے اس کے ذرات کو ذاکر بنا دیتا ہے لہٰذا ذکر چھوٹنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ فرعون جیسے ظالم اور متکبر پھر مطلق العنان بادشاہ کے سامنے جائیں جہاں جان کا خطرہ تو پہلے سے ہے پھر اسے اللہ کی طرف دعوت دے کر بہت بڑا خطرہ بڑھانے والی بات ہے تو ایسا نہ ہو کہ زیادہ توجہ اس بات کی طرف ہو جائے اور ذکر کی طرف توجہ کم ہو بلکہ زیادہ توجہ میرے ذکر کی طرف ہو اور دوسرے درجے میں فرعون کی طرف۔ اب جو حضرت یہ کہتے ہیں کہ صرف عبادت کرنا یا تسبیحات اور تبلیغ ہی ذکر ہے کیا وہ یہ سوچنا پسند فرمائیں گے کہ نبی کبھی عبادت میں کوتاہی نہیں کرتا اور فرعون کے دربار میں اللہ کا کلام پڑھنے سے بڑی تسبیح کونسی ہے نیز اس سے بڑا تبلیغ کا کیا تصور ہے تو یہ سارا کچھ کیوں کافی نہیں اور پھر وہ کون ساذکر اتنا اہم ہے کہ اس سارے کام کے ساتھ اس کی طرف پوری طرح متوجہ رہنا ضروری ٹھہرا یقیناً یہ ذکر قلبی ہے جو ہمیشہ اللہ کی معیت کا سبب ہوتا ہے۔

اب فرعون کے پاس جائیے گویا تبلیغ کے لیے بھی قلب کا ذاکر ہونا ہی بنیادی بات ہے جس کا اپنا دل غافل ہے دوسرے کے دل پر کیا اثر کرے گا۔"

غرض ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اوقات واحوال میں خصوصاً دورانِ تبلیغ و دعوت ذکرِ الٰہی میں سستی، کمی، کوتاہی نہ کرو اور غفلت نہ برتو۔ دعوت وتبلیغ کے وقت زیادہ توجہ ذکر کی طرف رہے۔ دوسرے درجے میں دوسرے کی طرف۔ دعوت وتبلیغ کا اثر تب ہوتا ہے جب دعوت دینے والا خود ذاکر ہو بلکہ ذکرِ قلبی کی دولت سے مالا مال ہو۔ ورنہ اس کی بات کا اثر نہیں ہوتا، شیطان سے حفاظت، اطمینانِ قلب اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کثرتِ ذکر لازم ہے۔ ذکر سے نیک عمل کرنے میں قوت اور سہولت پیدا ہوتی ہے روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ ذکر ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ ذکر لسانی (زبان سے ذکر) آسان ہے قلبی ذکر کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ ذکر قلبی سے لطائف باطنی بھی ذکر کرتے ہیں یعنی صرف دِل ہی نہیں پورا جسم ذاکر بن جاتا ہے۔ غور وفکر (یعنی مراقبہ) بھی ذکر میں داخل ہے۔

تمام احوال واوقات میں ذکر، کثرتِ ذکر تبھی ممکن ہے جب ذاکر ذکرِ قلبی کرے۔ ذکرِ قلبی سے ذکرِ دوام نصیب ہوتا ہے۔

ذکر قلبی کی تربیت کے لئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے اپنی ذات اور اپنے مال کو وقف کیا ہوا ہے۔ وہ بارہ مہینے سلسلہ عالیہ کے مرکز دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال میں تشریف رکھتے ہیں سالکین کسی بھی وقت وہاں خدمت میں حاضر ہو کر برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ منظم طریقے سے تربیتی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا سالانہ اجتماع موسم گرما میں ہوتا ہے جو عموماً چالیس دن کا ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا اجتماع رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں سنت اعتکاف اور اتنے ہی نفلی اعتکاف والے ہوتے ہیں۔ ماہانہ اجتماع ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ اور اتوار کو منعقد ہوتا ہے۔ سالانہ اجتماع اور اعتکاف میں سحر سے رات تک ذکر الٰہی کے پانچ خصوصی پروگرام ہوتے ہیں جن میں خلوص سے مجاہدہ کرنے سے ساتوں لطائف منور ہو جاتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 29 پر۔)

تحریر و تحقیق: نوید اشرف

کمالِ نسبتِ اویسیہ

نسبت اویسیہ

سلاسل تصوف میں برصغیر پاک و ہند میں چار سلسلے مشہور ہوئے ہیں۔ نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ۔ ان چار سلاسل کا شہرہ اس بات کا ثبوت ہرگز نہیں کہ اس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کا کوئی سلسلہ ہی نہیں ہے۔ سلاسل تصوف کی تعداد سینکڑوں تک بھی ہوسکتی ہے۔ اور کئی سلسلے ایسے بھی ہوئے ہیں جو کسی ایک اللہ کے بندے سے شروع ہوئے اور اس کی وفات کے ساتھ ہی زیر زمین چلے گئے۔ انہی سلاسل تصوف میں ایک سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ بھی ہے۔ اس سلسلہ میں سالکین کی تربیت نقشبندی طریقہ سے کی جاتی ہے۔ اور اویسیہ ایک خاص نسبت کا نام ہے جو معروف ہے حضرت اویس قرنیؓ کے نام نامی کے ساتھ۔ نسبت اویسیہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ سلسلہ حضرت اویس قرنیؓ سے چلتا ہے یا حضرت اویس قرنیؓ اس (سلسلہ) نسبت کے مشائخ میں سے ہیں بلکہ جسطرح حضرت اویس قرنیؓ مختلف وجوہات کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی صحبت عالی سے مستفیض نہیں ہو سکے لیکن روحانی طور پر انہوں نے فیوض و برکات کے بے پناہ خزانے لوٹے۔ اسی طرح آج بھی کوئی براہِ راست کسی اللہ کے ولی کی صحبت میں حاضر ہوئے بغیر فیوض و برکات سے قلب کو منور کرے تو اُسے اویسی کہتے ہیں۔ اور اسے حاصل ہونے والے فیض کو فیض نسبت اویسیہ کہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ نسبت اویسیہ میں فیوضات کا حصول زمان و مکاں کا محتاج نہیں۔ جسطرح آج ہم یزید وقت کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے والے اور حق کی خاطر جان کی بازی لگانے والے کو قافلہ حسینؓ کا سپاہی مانتے ہیں اسی طرح زمین و زماں کی پابندیوں سے آزاد ہو کر فیضِ روحانی حاصل کرنیوالے اللہ کے بندے کو اویس قرنیؓ کا طریق اختیار کرنے کی وجہ سے اویسی کہیں گے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیمؒ فرماتے ہیں "اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے جسے مشائخ طریقت و کبراء حقیقت اویسی کہتے ہیں ان کو ظاہر میں کسی مرشد کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ حضور ﷺ یا اولیاءِ حق میں سے کسی ولی کی روح اپنے آغوش عنایت میں کسی اور کے واسطے کے بغیر ان کی تربیت فرماتی ہے۔ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اویس قرنیؓ کی تربیت فرمائی اور اللہ جسے چاہتا ہے یہ بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

"ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (المائدہ، آیت نمبر ۵۴)

اویسی کو سلوک میں فیض ربانی اور تجلیات رحمانی کا وصول ارواح مقدسہ کے واسطہ سے ہوتا ہے۔

رسائل شاہ عبدالرحیمؒ دہلوی۔ ص 63

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ خلیفہ اجل مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ فرماتے ہیں

"اگر وہ کسی بزرگ کا اُویسی مرید بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت نفل اس کیلئے پڑھے اور اُس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ بیٹھے"

مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

"مشائخ عظام میں ایک سلسلہ اویسیہ بھی ہے جس کے سردار اویس قرنیؒ ہیں انکو حضور ﷺ سے روحانی طور پر فیض حاصل ہوا ہے۔ اور شیخ بدیع الدینؒ کو بھی حضور ﷺ سے روحانی طور پر فیض ملا اور وہ ہندوستان کے کبار مشائخ میں سے ہوئے ہیں"

ھمعات۔ص 21

بزرگان دین کے مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نسبت اویسیہ کا حاصل ہونا اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے تیز یہ نسبت قوی ہوتو اس کی ابتداء اہل اللہ کی ارواح مقدسہ سے اور انتہا نبی اکرم ﷺ سے فیض کا حصول ہے۔ اس نسبت کا متصل ہونا بھی ضروری نہیں جس کی وضاحت امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ یوں فرماتے ہیں

"سلسلہ اویسیہ ظاہر میں متصل نہیں ہوتا مگر حقیقت میں وہ متصل ہوتا ہے۔ جو لوگ روح سے اخذ فیض اور اجراء فیض سے واقف نہیں ہوتے وہ بیچارے اس اتصال کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں"

ھمعات۔ص 86

شاہ صاحبؒ کے ارشاد عالی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نسبت اویسیہ کو سمجھنے کیلئے حقیقت تصوف کو سمجھنا ہوگا قلب کی آنکھ روشن ہوگی اور روح کی رسائی عالم برزخ تک ہوگی تو ہی نسبت اویسیہ کی حقیقت سمجھ آسکتی ہے۔

حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ فرماتے ہیں

"میں نے اپنے محبوب شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی۔ میرے اور میرے شیخ المکرمؒ کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ میں نے اسی اویسی طریقے سے اپنے شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی"

دلائل السلوک۔ص 286

تصوف کی سمجھ رکھنے والے حضرات کیلئے اس میں کوئی انوکھی بات نہیں لیکن بعض حضرات کو ہوسکتا ہے کہ 400 سال کا فاصلہ ہضم نہ ہو۔ فیوض الحرمین کی عبارت بہت پہلے گزر چکی ہے جس میں شاہ ولی اللہؒ 1100 سو سال بعد نبی اکرم ﷺ سے بغیر کسی واسطہ کے روحانی فیض حاصل کرنے کی بات کرتے ہیں بلکہ شاہ صاحب تو اس سے بھی آگے کی بات کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں

"سلسلہ اویسیہ عالم ارواح ہے"

ھمعات۔ص 63

برصغیر پاک و ہند کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے نسبت اویسیہ سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جو جوابات دیے گئے وہ یقیناً طالبان حق کی تشفی کے لئے کافی ہوں گے فرماتے ہیں

"نسبت اویسیہ کے معنی روحی فیض کے ہیں اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خواجہ اویس قرنیؒ سے کوئی مرید ہوا ہو اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیہ کا انکار غلط ہے۔ چونکہ اویس قرنیؒ کو آنحضرت ﷺ سے روحی فیض حاصل ہوا اور صحبت آنحضرت ﷺ کی انکو حاصل نہیں ہوئی اس لئے جس کو روحی فیض کسی بزرگ سے حاصل ہوگا اسے نسبت اویسیہ سے تعبیر کریں گے"

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ ج 1۔ص 140

جو طریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کی طرف منسوب ہے اسے نقشبند یہ کہتے ہیں پھر اس سلسلہ کے بعض حضرات کو نسبت اور فیض روحانی طور پر نبی کریم ﷺ سے براہِ راست حاصل ہوا ہے ایسے مشائخ کو اویسی کہتے ہیں۔

سوال نمبر 9534 فتویٰ نمبر 1816-1952

تذکرۃ الرشید میں درج ہے کہ "خواجہ علی فارمدیؒ" کو نسبت اویسیہ حاصل ہے ابوالحسن خرقانیؒ کے ساتھ اور ان کو بایزید بسطامیؒ سے روحی فیض پہنچا"

تذکرۃ الرشید۔ ج 2۔ص 108

"ایسے شخص کو جس کا زندہ پیر سے بظاہر کوئی بیعت کا تعلق نہیں اویسی کہتے ہیں۔ نسبت اویسیہ میں واسطے کم ہوتے ہیں اور نسبت کے قوی اور صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے مشائخ کرام عموماً اسی نسبت اویسیہ کی سند کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ نے قول الجمیل میں نسبت اویسیہ کو صحیح اور قوی کہا ہے اور سلسلہ اویسیہ اور اس کی صحت کو حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے رسالہ قدسیہ میں اور دوسرے مشائخ نے بھی اپنی تصانیف میں تحریر کیا ہے "

عمدۃ السلوک۔ص 358, 53

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں

" نسبت اویسیہ کی جو فضیلت ہے کہ کسی بھی سلسلے میں ہو ترقی بہر حال ہر سلسلے میں صحبت شیخ میں آکر ہوتی ہے۔ لیکن کسی بھی سلسلہ کا کوئی فرد اگر عرشی منازل طے کر جائے اور عالم امر میں قدم رکھے تو اسے یہ نسبت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور یہ استعداد نصیب ہو جاتی ہے کہ پھر وہ کہیں بھی رہے اور کتنے عرصے بعد بھی شیخ کو ملے اسے اک حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہوتا ہے اس کے منازل ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک جگہ پر جا کر سارے ہی نسبت اویسیہ میں آجاتے ہیں۔

محافل شیخ۔ص 133

بجائے حوالہ جات کا ایک طویل دفتر تیار کرنے کے علماء حق کے حوالہ جات تحریر کر دیے ہیں کہ ان میں ہر فرد اپنی ذات میں ایک مکمل خانقاہ ہے۔ یہ وہ حضرات گرامی ہیں جو اسلاف کے طریقے سے ایک قدم دائیں یا بائیں نہیں ہو سکتے۔ ان حضرات کی ساری زندگیاں قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ میں گزر گئی ہیں ان کے اقوال کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نسبت اویسیہ قوی اور بالکل درست ہے جسطرح ایصال ثواب کے لئے قبر پر جانا ضروری نہیں بلکہ کہیں سے بھی ایصال کیا جائے تو صاحب قبر کو پہنچتا ہے بالکل اسی طرح نسبت اویسیہ کے حامل فرد کا بھی حاضر خدمت ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ شخص زندہ شیخ سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی فیض حاصل کر سکتا ہے اور مشائخ برزخ سے بھی۔ یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیہ کا انکار تصوف اسلامی سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ اگر میڈیکل سائنس سے لاعلمی کی وجہ سے کوئی بھی میڈیکل سائنس کا انکار نہیں کرتا بلکہ تمام حضرات مفسرین، محدثین، متکلمین، فقہاء علاج کو ضروری بلکہ سنت نبوی ﷺ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح فن تصوف سے نا آشنا حضرات کو نسبت اویسیہ کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بھی واضح ہو کہ یہ نسبت اللہ کریم کا خاص فضل ہے۔ وہ جس پر اپنا فضل و کرم کرنا چاہتا ہے اس کی روح کو وہ لطافت نصیب کر دیتا ہے کہ وہ چودہ صدیوں کا فاصلہ بھی طے کر جائے۔ علماء حق و مشائخ عظام کے اقوال سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مشائخ عظام نے جا بجا اس نسبت کا ذکر کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ہم بھی ایسے افراد کی تلاش کریں اور اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ ہماری رہنمائی کسی ایسی شخصیت تک کرادے جس کے قلب میں وہ کیفیت ہو جو ہماری روح میں وہ لطافت بھر دے کہ ہم کروڑوں حجابات کو پھلانگتے ہوئے عالم برزخ میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ آمین

اخذ فیض از قبور

فیض کی ایک عمومی صورت یہ ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "بندہ مومن کو مرنے کے بعد سب سے پہلی جزاء یہ دی جائے گی کی اس کے تمام شرکاء جنازہ کی بخشش کر دی جائے گی" شعب الایمان۔ج 7۔ص 7 حدیث 9258

ارشادِ گرامی ﷺ ہے "مومن جب قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کو سب سے پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے" کنز العمال۔ج 15۔ص 595

مومن میت کے فیض کی وجہ سے جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش کی نوید

نبی کریم ﷺ دے رہے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

"جس میت کے حق میں مسلمان جماعت میں سے 100 آدمی سفارش کریں گے تو ان کی شفاعت قبول ہوگی" دوسری روایت میں ہے "اس میت کی بخشش ہوگی" مسلم کتاب الجنائز

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سو مومن مسلمان نمازِ جنازہ میں شامل ہوں تو میت کی بخشش ہو جائے گی یعنی زندہ کا فیض میت کو پہنچے گا لیکن اس کیلئے ضروری ہے میت مومن ومسلمان اور صحیح العقیدہ ہو نیز جنازہ پڑھنے والا بھی مومن ومسلمان اور صحیح العقیدہ شعائر اسلام کا پابند ہو۔ نیز جب نیکی اور اطاعت میں بندہ مومن بڑھ جاتا ہے اور اللہ کا قُرب حاصل کر لیتا ہے تو یہ تعداد 100 سے بھی کم ہو جاتی ہے۔

ارشادِ گرامی ﷺ ہے جو مسلمان وفات پا جائے اس کے جنازے میں 40 ایسے آدمی شریک ہوں جو شرک نہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے" مسلم بحوالہ کتاب الجنائز

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ زندہ سے مُردہ کو اور مُردہ سے زندہ کو باذن اللہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ فیض کی ایک عمومی صورت ہے۔ جس کے لئے مومن ہونا ضروری ہے۔ لیکن فیض کی وہ صورت جو علماء ربانیین وصوفیاء کرام کا خاصہ ہے اس کے بارے میں آج ہم افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ ایک جانب وہ حضرات ہیں جو قبور کو سجدہ کرنے، چراغ جلانے، چادریں چڑھانے، مشک وعنبر سے مزارات کو غسل دلانے اور صاحب قبر کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنے کو اخذ فیض کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اولادِ نرینہ کا حصول، کاروبار میں ترقی، مقدمات میں کامیابی، معاشی خوشحالی، سستی کی جگہ تندرستی، بیماری کی جگہ صحتیابی، کھیت کھلیانوں کا سرسبز وشاداب ہونا اور بدون محنت ومجاہدہ جنت کے حصول کی توقع رکھتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب وہ حضرات ہیں جو قبور اولیاء پر ہونیوالی خرافات اور رسومات کے رد میں امت کے اجماعی عقائد کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں اور اکثر اوقات اللہ کریم کے ان مقبول بندوں کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ دونوں گروہ راہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

فیض آخر ہے کیا؟ جب کسی اللہ کے بندے کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ یاد آنے لگے نیکی کرنے کو جی چاہے۔ گناہ سے بدبو آنے لگے، دنیا سے محبت کم ہونے لگے، دل خدا کی رضا پہ راضی رہنے لگے، لالچ اور طمع دل سے نکل جائے، عبادات میں خشوع وخضوع نصیب ہو جائے، اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکل جائے اور اللہ کی بڑائی کا خیال دل میں جاگزیں ہو جائے، مخلوق خدا تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا جذبہ دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگے اسے اس بزرگ کی صحبت کا فیض کہتے ہیں۔ جو کہ وقتی بھی ہوتا ہے کہ جب تک صحبت میں موجود رہے کیفیات حاصل رہیں اور جب دوری ہو تو کیفیات بھی ختم۔ لیکن کثرت صحبت سے ان کیفیات کو دائمی بھی کیا جا سکتا ہے۔ جس کیلئے مجاہدہ اور صحبت اہل اللہ شرط ہے۔ جب یہی کیفیات کسی صاحب قبر بزرگ کے پاس بیٹھ کر حاصل ہوں تو اسے اُس بزرگ کا فیض کہتے ہیں لیکن یہ سب کچھ از خود نہیں ہوتا اس کے لئے استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ کسی زندہ شیخ کی صحبت میں رہ کر اس نے روح میں اتنی لطافت پیدا کر لی ہو وہ عالم ارواح کی جانب عازم سفر ہو سکے۔ جب یہ قوت اسے منجانب اللہ نصیب ہوگی تو پھر وہ اپنے سے کم قوت والے صاحب قبر کو فیض دے بھی سکے گا اور اپنے سے زیادہ منازل اور کیفیات والے بزرگ سے فیض لے بھی سکے گا۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں

"جب کوئی انسان کسی قبر پر جاتا ہے اور کچھ دیر ٹھہرتا ہے تو اس صاحب قبر میں اور زیارت کرنے والے میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں جیسا کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے سامنے ہو اب ایک کا فیض دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگر میت زائر سے زیادہ قوی ہے تو اس کا فیض زائر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اگر زیارت کرنے والا قوی ہے تو اس کی برکات سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

السیف الصیقل۔ ص 129۔ بحوالہ رحمت کائنات

خواتین کا صفحہ

ام المومنین حضرت ریحانہ بنتِ شمعون رضی اللہ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:۔

نام ریحانہ تھا۔ یہود کے خاندان بنوقریظہ سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ریحانہ بنت شمعون بن زید بن خناف۔ جمہور اہل سیر کے نزدیک یہی سلسلہ نسب معتبر ہے۔ ان کے والد کو صحابیت اور روایت کا شرف حاصل ہے۔ (تذکار صحابیات)

نکاح:۔

حضرت ریحانہؓ کا نکاح بنوقریظہ کے ایک شخص "حکم" سے ہوا غزوۂ بنوقریظہ کے بعد جن یہودیوں کو قتل کیا گیا ان میں "حکم" بھی شامل تھا اور حضرت ریحانہؓ یہود کی ان عورتوں میں شامل تھیں جنہیں اس موقع پر مسلمانوں نے گرفتار کیا۔

قبولِ اسلام:۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے ان کو حضرت ام المنذرؓ بنت قیس کے گھر پر ٹھہرایا۔ ان کے قبول اسلام کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

پہلی روایت:۔

پہلی روایت کے مطابق حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ تم چاہو تو اسلام قبول کرلو اور چاہو تو اپنے مذہب (یہودیت) پر قائم رہو۔ انہوں نے اپنے مذہب کو ترجیح دی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔ لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہیں۔ حضورؐ کو اس بات سے رنج ہوا اور آپ ﷺ نے حضرت ریحانہ کو ان کے حال پر چھوڑ رہا۔

ایک دن آپ ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے کہ اچانک کسی شخص کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ حضورؐ کے رخِ مبارک پر بشاشت پھیل گئی۔ اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ ثعلبہؓ بن سعیہ ہیں جو ریحانہؓ کے اسلام کی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔

دوسری روایت:۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ اسیر ہو کر آئیں تو حضورؐ نے ان سے فرمایا "اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرلو تو میں تمہیں اپنے لئے خاص کرلوں گا۔" انہوں نے عرض کیا "میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔

قبول اسلام کے بعد حضور نے انہیں اپنی ملک میں رکھا اور بعض روایتوں کے مطابق آپؐ نے انہیں آزاد کردیا اور پھر ان سے نکاح فرما کر ازواج مطہرات میں شامل کرلیا۔ (تذکارِ صحابیات)

بہرصورت وہ باپردہ رہتی تھیں اور ان کی باری کا دن مقرر تھا۔ حضور ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھیں۔ ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔

مستقل قیام:۔

ان کی مستقل قیام گاہ دار قیس بن فہد میں تھی۔ حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اخلاق کی مالک تھیں۔

وفات:۔

حضور ﷺ کے وصال سے چند ماہ قبل (ایک روایت کے مطابق دس ماہ قبل) وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

آمد اور قبول اسلام:۔

صلح حدیبیہ (4ہجری) سے فارغ ہوکر حضور ﷺ نے خطوط بھیج کر اطراف ونواح کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط سکندریہ کے رومی بطریق (Patriarch) کے نام بھی تھا۔ جسے عرب مقوقس کہتے تھے۔ مشہور صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ حضور ﷺ کا مکتوب لے کر مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ لیکن حضرت حاطبؓ کے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آیا۔ جب وہ اسکندریہ سے چلنے لگے تو دو قبطی لڑکیاں ساتھ روانہ کیں کہ اس کی طرف سے حضور ﷺ کی خدمت میں نذر کی جائیں۔ ساتھ ہی ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا کہ میں دو لڑکیاں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑا درجہ رکھتی ہیں۔

یہ دو لڑکیاں حضرت ماریہ قبطیہؓ اور حضرت سرینؓ تھیں۔ مصر سے واپسی پر راستہ میں دونوں حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے سعادتِ اسلام سے سرفراز ہوئیں۔ مدینہ پہنچ کر حضرت حاطبؓ نے انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے حضرت سرینؓ کو حضرت حسان بن ثابتؓ کی ملک کر دیا اور حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمایا۔

حضرت ابراہیم ﷺ کی پیدائش:۔

8ہجری میں ان کے بطن سے حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ اور 17 یا 18 ماہ زندہ رہ کر فوت ہوگئے۔ حضرت ماریہؓ ان کی وفات پر بے اختیار رونے لگیں اور حضور ﷺ بھی اشکبار ہوگئے۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ سرور عالم ﷺ ان سے بھی دیگر ازواج مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے۔ انہیں بھی پردہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔

حضور ﷺ کا فرمان:۔

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ قبطیوں (مصر کے عیسائیوں) کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اس لئے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم کی والدہ (ماریہؓ) دونوں اسی قوم سے ہیں۔" (اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے)

نیک سیرت:۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہؓ کو حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں سے نوازا تھا۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ "جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا تھا کسی دوسرے پر نہیں۔"

☆ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ "حضرت ماریہؓ نہایت پاکباز اور نیک سیرت تھیں۔

وفات:

حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ماریہؓ کا اعزاز واکرام برقرار رکھا۔

حضرت ماریہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں محرم 16 ہجری میں وفات پائی۔

امیر المومنین نے تمام اہل مدینہ کو جمع کیا اور خود نماز جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 7

کفار مکہ کا قتل کا منصوبہ

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ع خان، لاہور

مسلمانوں پر قریش مکہ کے ظلم وستم اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ صحابہ کرامؓ ہجرت پر مجبور ہوتے جا رہے تھے۔ جیسا کہ آپ نے پہلے پڑھا ہے کہ وہ دو گروہوں کی صورت میں باری باری حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ باقی کے صحابہ کرامؓ بھی نبی اکرم ﷺ کے فرمانے پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے جا رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر کفارِ مکہ کو شک بلکہ یقین سا ہو گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جائیں گے۔

بچو! یہاں ایک بات یاد رکھنا کہ صحابہ کرامؓ نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ ان کا مذاق اڑایا جاتا، انہیں جسمانی تکلیفیں دی جاتیں، انہیں شہید تک کر دیا گیا، لیکن کوئی بھی تکلیف انہیں اسلام سے دور نہ کر سکی۔ نہ ہی ان تکلیفوں سے گھبرا کر انہوں نے ہجرتیں کیں، بلکہ اس لئے کیں کہ یہ بھی اللہ کریم کا ہی حکم تھا۔ وہ کوئی بھی کام اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس میں اللہ کریم اور نبی اکرم ﷺ کی رضا شامل نہ ہوتی۔

ہاں تو جب کفار کو یہ یقین ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جائیں گے تو وہ ایک شخص قصی بن کلاب کے گھر جمع ہوئے کہ کسی طرح نبی اکرم ﷺ کو ہجرت فرمانے سے روکا جائے۔ آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک منصوبہ بنایا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر جوان چنا جائے تاکہ خون بہا تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے اور یہ بھی کہ اگر نبی اکرم ﷺ کا خاندان بدلہ بھی لینا چاہے تو اتنے قبائل سے جھگڑا نہ کر سکے۔ یوں انہوں نے ہر طرح سے اپنی تیاری مکمل کر لی اور نبی اکرم ﷺ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا۔ ادھر آپ ﷺ نے بھی اللہ کریم کے حکم پر ہجرت کا ارادہ فرما لیا تھا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ بہت دیانتدار تھے سو آپ ﷺ کو ہجرت کے نازک وقت پر بھی لوگوں کی امانتوں کی فکر تھی۔ آپ ﷺ نے بہت سے لوگوں کی امانتیں لوٹا بھی دی تھیں لیکن جو چند ایک رہ گئے تھے اُن کی امانتیں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے حوالے کیں کہ یہ امانتیں لوٹا کر وہ بھی مدینہ منورہ آ جائیں اور انہیں اپنے بستر مبارک پہ سُلا کر جب آدھی رات ہوئی تو آپ ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے نکلے۔ کفار نے حجرہ مبارک کو گھیر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں میں مٹی لی اور اُن کے سروں پر پھینک دی۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے سورہ یٰس فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک تلاوت فرمائی اور اُن کے گھیرے سے باہر تشریف لے آئے اور کفارِ مکہ پر ایسی مدہوشی طاری ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ وہ اپنی طرف سے مکمل پہرے داری کرنے کے بعد جب دن نکل آنے پر حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت علیؓ چادر اوڑھے سو رہے تھے۔

انہوں نے حضرت علیؓ کو جگا کر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے مسکرا کر فرمایا رات بھر تو گھیرا ڈالے تم لوگ کھڑے رہے ہو اور پوچھ مجھ سے رہے ہو۔ یہ سن کر کفار سخت شرمندہ ہوئے۔ لیکن ان میں شرمندگی کے ساتھ ساتھ سخت غم وغصہ بھی تھا کہ وہ اپنے منصوبے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تیزی کے ساتھ آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی۔

ادھر نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارک سے نکل کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے مکان میں تشریف لائے اور انہیں اطلاع دی کہ اللہ کریم نے انہیں

ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بے تابی سے پوچھا "کیا میرا بھی ساتھ ہوگا؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں تم بھی ہمراہ ہوگے"۔ یہ سن کر مارے خوشی کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے انہوں نے ایک شخص عبداللہ بن اریقط کو جو کہ مشرک تھا کو مدینہ منورہ کا راستہ بتانے اور طویل راستے سے بچنے کے لئے معاوضے پر حاصل کیا۔ یہ واقعہ یکم ربیع الاوّل کا ہے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ پہاڑ ثور کے راستے پر سفر شروع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ یہ پہاڑ مکہ کے جنوب مغربی سمت میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہاڑ ثور بے حد نوکیلا اور چڑھائی میں بے حد مشکل پہاڑ ہے۔ جلد ہی آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں مبارک پر اُٹھالیا اور پہاڑ چڑھ کر غار ثور کے سامنے رُک گئے۔ یہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کو باہر تشریف رکھنے کا کہہ کر غار کے اندر جا کر اُسے صاف کیا اور اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کرنے لگے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے غار کے اندر تشریف لانے کی درخواست کی۔ نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تین دن تین راتیں اس غار میں رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اپنی بکریاں چراتے ہوئے غار تک آتے اور دونوں حضرات کو دودھ پلا جاتے۔

ایک قائف (قدموں کے نشانات سے کسی کا پتہ لگانے والا کھوجی) کو لے کر کفارِ مکہ آپ ﷺ کے پاؤں کے نشانات کے ذریعہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور کے دھانے تک پہنچ گئے قائف نے بتایا کہ یہاں پر قدموں کے نشانات ختم ہوگئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب غار کے اندر سے کفار کے پیر دیکھے تو نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک کے لئے گھبرا گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر خوف نہیں کھاؤ، اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر مطمئن ہوگئے۔ غار کے منہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے جالا بن دیا ہوا تھا اور ایک کبوتروں کے جوڑے نے راتوں رات گھونسلا بنا کر اس میں انڈے دے دیئے ہوئے تھے۔ کفار نے یہ سوچ کر کہ اگر اس غار کے اندر کوئی گیا ہوتا تو یہ جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور گھونسلا گر جاتا، انہوں نے غار کے اندر جھانکا تک نہیں اور واپس لوٹ گئے۔ کیونکہ اس سے آگے تو قائف کو کوئی نشان مل ہی نہیں رہا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو حکم دے گئے تھے کہ وہ ان کی روانگی کے متعلق اہل مکہ کی باتیں سنتے رہیں اور رات میں آ کر انہیں بتا جایا کریں، جبکہ آپؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابوبکر، نبی اکرم ﷺ اور اپنے والد کے لئے کھانا لایا کرتی تھیں۔

اُدھر جب تین دن کی تلاش کے بعد کفار کا جوش و خروش کچھ ٹھنڈا پڑ گیا تو طے شدہ پروگرام کے تحت عبداللہ بن اریقط حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دو اونٹ لے کر غار ثور پہنچ گیا۔ اُس موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ایک اونٹ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے خرید لیا تا کہ اللہ کی راہ میں ان کی ہجرت جانی و مالی ہر اعتبار سے شمار ہو۔ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ اللہ کی طرف ہجرت کی فضیلت مکمل ہوجائے چنانچہ آپ دونوں اونٹوں پر سوار ہوگئے۔ اور مدینہ منورہ کی طرف گامزن ہوئے۔ ادھر کفار مکہ نے ایک تدبیر اور کی کہ عام اعلان کر دیا کہ جو نبی اکرم ﷺ کو واپس لا کر ان کے سپرد کرے گا اُسے سو (100) اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔ یہ اعلان سن کر قبیلہ بنومدلج کا ایک شخص سراقہ بن مالک بن جشم آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اُسے دراصل کسی نے بتایا کہ اس نے چند اشخاص ساحل کے ساتھ ساتھ جاتے ہوئے دیکھے ہیں۔ وہ سمجھ گیا اور اُس نے سب سے چھپ کر (تا کہ انعام صرف اُسے مل سکے) اپنا گھوڑا تیار کروایا اور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قریب جا پہنچا لیکن جونہی وہ نزدیک پہنچا اس کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس گئے۔ اُس نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میرے اُس مصیبت سے نکلنے کے لئے دعا فرما دیجئے۔ میں کسی کو آپ ﷺ کے بارے اطلاع نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑے کے قدم زمین سے

نکل آئے۔ لیکن اس نے دوبارہ آپ ﷺ کو واپس لے جانے کا ارادہ کرلیا۔ میں کسی کو آپ ﷺ کے بارے اطلاع نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑے کے قدم زمین سے نکل آئے۔ لیکن اس نے دوبارہ آپ ﷺ کو واپس لے جانے کا ارادہ کرلیا۔ جونہی اس نے ارادہ کیا اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ اب کی مرتبہ اس نے دل سے توبہ کی اور آپ ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا وہ سمجھ گیا کہ عنقریب آپ ﷺ کا غلبہ ہو کر رہے گا اس نے کچھ سفری توشہ اور دوسرا سامان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور واپس آگیا۔ پیارے بچو! جب کفارِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ کی بات نہ مانی بلکہ اپنی جہالت کی وجہ سے اُن کی باتوں کا مذاق اڑایا اور اپنے پرانے عقیدے سے چمٹے رہے، مسلمانوں کو اذیتیں دے کر ہجرت پر مجبور کردیا۔ تو انتہائی مایوسانہ حالات کے بعد آنحضرت ﷺ نے بھی مکہ کو خیر آباد کہہ دیا۔ اگرچہ آپ ﷺ کے قلب اطہر پر مکہ مکرمہ سے جدائی کا بے حد اثر تھا کیونکہ آپ ﷺ کو کعبۃ اللہ سے بھی بہت محبت تھی اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اہل مکہ اپنی جہالت کی وجہ سے جہنم کی آگ کی طرف بھاگ رہے ہیں تو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اپنی قوم کے اس انجام کا صدمہ بھی بہت زیادہ تھا خود کفار مکہ کے اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے ایک عالم میں پھیلنے والا نور، ایک وسیع علم، ایک بلند ہمت اور شریف ترین ہستی، ایک انتہائی پاکیزہ روح، ایک ہر دلعزیز اور محبوب ترین پُرکشش شخصیت، ایک روشن مسکراتا چہرہ، ایک عظیم الشان اخلاق کی حامل شخصیت آج انہیں چھوڑ کر جارہی تھی۔ آج ان سے انبیاء کرام کے سردار، پوری انسانیت کو سیدھی راہ دکھانے والے، اللہ کریم کے محبوب ترین پیغمبر و رسول جُدا ہو رہے تھے۔

اگر قریش مکہ انہیں جان جاتے، ان کی عظمت سے آشنا ہو جاتے اور آپ ﷺ کا دامن پکڑ لیتے تو دین و دنیا کی نعمتوں پر فائز ہو جاتے۔

☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر 15

اگر درود شریف ہی پڑھتے رہو تو دنیا اور آخری کی ہر بھلائی کے لئے کافی ہے۔ ہر مصیبت کا علاج ہے۔ ہر دکھ کی دوا ہے۔ تو بھئی پڑھو درود شریف، ہر وقت پڑھتے رہا کرو۔ چلتے پھرتے پڑھتے رہا کرو۔ اٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہا کرو لیکن اس کے آداب کے ساتھ۔ اگر باوضو ہو تو نورٌ علیٰ نور لیکن وضو شرط صرف نماز کی ہے باقی کسی وظیفے کی شرط نہیں ہے۔ باقی وظائف کے لئے طہارت کم از کم ضروری ہے کہ طہارت ہو، پانی سے طہارت کی ہو۔ پڑھتے رہو، چلتے پھرتے پڑھتے رہو۔ اٹھتے بیٹھتے پڑھتے رہو۔ حضور ﷺ کا ذکر خیر کرتے رہو۔ سنتے رہو۔ جس ہستی کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔ اس سے انس اور لگاؤ اور محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ والصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَاعْفُ عَنَّا قَبْلَ ذٰلِكَ. اللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا. اَنْتَ وَلِيُّنَا فِيْ سَفَرِنَا وَحَضَرِنَا، فِيْ مَالِنَا وَاَهْلِنَا. اَنْتَ وَلِيُّنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ.

مویشی پال حضرات اور ڈیری فارمرز کے لئے خوشخبری

اپنے لائیوسٹاک اور ڈیری فارمز کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنانے کے لئے USA کوالیفائڈ اور 25 سالہ تجربہ کار ماہر حیوانات کی مشاورت حاصل کریں جانوروں کی نفع بخش خوراک کی تیاری اور استعمال میں خصوصی مہارت سے فائدہ اٹھائیں۔

برائے رابطہ umarbarani@yahoo.com

0336-1052548

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

مسائی جمیلہ

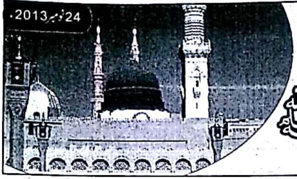

میانی ضلع سرگودہا میں جلسہ بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ضلع سرگودہا کے احباب نے 24 نومبر 2013 کو بعثت رحمت عالم ﷺ پر ایک جلسہ کا اہتمام کیا جس میں ناظم اعلیٰ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ جناب ملک عبدالقدیر اعوان صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی تھی۔اس جلسہ کے اشتہار دارالعرفان کے مرکزی گیٹ پر آویزاں تھے۔ حضرت جی مدظلہ العالی اور ناظم اعلیٰ صاحب سلسلہ عالیہ کی خوبصورت تصاویر اس جلسہ کی جستجو کو مزید بڑھا رہی تھیں۔ آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ جناب ناظم اعلیٰ صاحب 10:40 قبل دوپہر دارالعرفان سے روانہ ہوئے۔ انٹرچینج کلر کہار پر سیکورٹی کے ساتھی موجود تھے۔ وہاں سے 11:30 قبل دوپہر بھیرہ انٹرچینج پر پہنچے۔ میانی ضلع سرگودہا کے احباب گاڑیوں پر الاخوان کے سبز پرچم لہراتے ہوئے استقبال کے لئے موجود تھے۔ انٹرچینج کے ساتھ ہی سابقہ وزیر پیپلز پارٹی ندیم افضل چن صاحب سے جناب ناظم اعلیٰ کی چائے پر ملاقات ہوئی حالات حاضرہ پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو ایک موقع پر جناب ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ پاکستان میں مدارسِ علوم دینیہ سے نکلنے والے طلباء ساٹھ، ستر ہزار ہیں تو مروجہ کالجوں اور سکولوں سے فارغ التحصیل طلباء کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ مدارسِ علوم دینیہ کو بھی سرکاری سرپرستی حاصل ہونی چاہیے۔ کبھی کسی نے سوچا ہے سرکاری سکولوں سے فارغ طلبا معاشرے میں کہاں جاتے ہیں

میانی ضلع سرگودہا پہنچ کر ایم۔ پی۔ اے علاقہ ڈاکٹر ملک مختار بھرتھ صاحب ناظم اعلیٰ سے ملنے آئے۔ سیاست پر گفتگو ہوئی۔ حکومت وقت کو بڑی حکمت عملی اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے مسائل کا حل مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد میاں دا بنہ میں خواتین کے حلقہ سے خطاب فرمایا۔

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر دلنشین انداز میں بیان فرمائی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ''اس سورہ کے نزول کے وقت شیطان زمین پر لیٹتا اور سر پر مٹی ڈالتا اور کہتا تھا کہ جو شخص یہ دعا روز پڑھے گا اس کا میں کیا بگاڑ سکوں گا۔'' اس میں دعا مانگنے کا اعلیٰ ترین طریقہ ہے جس میں سب سے پہلے اللہ کی تعریف ہے جو رب العالمین ہے رب وہ ہستی ہے۔ جو ہر ایک کی ہر لحظہ ہر ضرورت پوری فرماتا ہے۔ خالق کی ذات کے بعد جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ اللہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلرَّحْمٰن کے وزن پر آنے والے الفاظ عطشان غصان ہیں جو وقتی کیفیات کو بیان کرتے ہیں۔ الرَّحِيْم کے وزن پر آنے والے حکیم، علیم ہیں جو دائمی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے علمائے کرام فرماتے ہیں الرحمان للدّنیا و رحیم للآخرہ . صفت رحمانیت سے تمام مخلوق بلا تفریق دنیا میں مستفید ہوتی ہے لیکن صفت رحیمیت وہ صفت ہے جس میں مومن یہاں بھی مستفید ہیں اور ابدالآباد بھی مستفید ہوں گے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ روز جزا تمام مخلوق اللہ کے پاس حاضر ہوگی اور وہ مالک حساب لے گا۔ اُس مالک نے مخلوق کو عدم سے وجود بخشا، اُس کو احساس ضرورت دیا، پھر ضرورت کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے اور اسباب کو استعمال کرنے کی سمجھ عطا فرمائی۔

اللہ نے ہر ایک کے لئے حقوق و فرائض کی تقسیم بوسیلہ رسول اللہ ﷺ عطا فرمائی ہے اور اس کا خیال ہم میں سے ہر ایک کو رکھنا ہے۔

اللہ نے عورت کو بہت عظمت عطا فرمائی۔ ماں، بہن، بیوی، بیٹی کے عظیم رشتوں سے نوازا۔ بحیثیت عورت اللہ نے یہ عظمت بھی عطا فرمائی کہ بعثت کے اوّل روز بھی سب سے پہلے ایمان لانے والی ایک خاتون ام المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں۔ ہماری گزری ہوئی زندگی کا تسلسل جو فی الحال قائم ہے ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔ کیوں کہ روز قیامت پوچھا جائے گا کہ کیا ذاتی خواہشات کو میرے دین کے تابع کیا؟ اپنے کردار کو دین کے تابع کیا؟

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ہم مخلوق وہ خالق۔ اللہ سے اس کا تعلق مانگو۔ اسلام ہماری ضرورت ہے۔ کامل اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کی اختیار کریں۔

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۔ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ انبیاء، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ انعام یافتہ ہستیاں ہیں۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ نہ اُن کے راستے پر جن پر تیرا غضب ہوا۔

حجۃ الوداع کے مبارک موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے سہ بار سوال فرمایا: کہ کیا میں نے دین پہنچا دیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، بے شک تو آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ فرما کر فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا۔

اللہ کا احسان ہے کہ ہم سلسلہ عالیہ سے منسلک ہے جس نے ہمیں ذکر اسم ذات کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذکر سے عبادت کے اندر روح پیدا ہوتی ہے۔ زندگی کی دھڑکن ختم ہونے سے پہلے ان مواقع کو ضائع مت کریں۔ زندگی اللہ کے حبیب ﷺ کی سنت کے مطابق گزاریں۔ تصوف صرف اور صرف قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ اپنی منازل دیکھنی ہوں تو اپنے روزمرہ معمولات کو دیکھیں۔ معمولات جتنے سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہوں گے منازل اتنی پختہ ہوں گی۔

بیان کے بعد ناظم اعلیٰ صاحب نے ذکر قلبی خفی کرایا۔ (سانس لی تو لفظ اللہ دل میں اُترا۔ خارج کیا تو چوٹ دل پر لگی)

4:30 عصر کی نماز کے بعد میاں دا بنہ سے گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے جلوس کے ساتھ قافلہ کلس شریف 4:50 بوقت عصر پہنچا۔ سجادہ نشین سید شمیم صابری صاحب نے پر تکلف چائے کا بندوبست فرمایا تھا۔ بڑی خوبصورت گفتگو ہوئی۔ نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ مغرب کی نماز کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے تو میانی کے جلسہ گاہ میں بھی شرکت فرمائی۔ میانی ضلع سرگودہا کے احباب حلقہ نے انتظامات جلسہ میں جو اظہار محبت کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بھیرہ انٹرچینج سے لے کر پورے راستے میں حضرت جی مدظلہ العالی کی اور ناظم اعلیٰ ملک عبدالقدیر اعوان کی تصاویر سے مزین جلسہ کے اشتہار تھے اور تقریباً ہر کھمبے پر جلسہ رحمتِ عالمؐ کے بہت بڑے بینر آویزاں تھے۔ کلس شریف سے جلوس روانہ ہوا تو الاخوان کے سبز پرچموں نے جلوس کو چار چاند لگا دیئے۔ پھر جلسہ گاہ تک گلاب کے پھولوں کی پتیاں ناظم اعلیٰ ملک عبدالقدیر اعوان کی گاڑی پر نچھاور کی جاتی رہیں۔ عجیب انتظام تھا۔ سٹیج کافی اونچا، بہترین صوفے، لائٹنگ کا انتظام، ساؤنڈ سسٹم نہایت ہی خوبصورت، شرکاء کے لئے کرسیاں اور قالین عجیب دلکش اور سحر انگیز منظر پیش کر رہی تھیں۔

تلاوت اور نعت کے بعد ناظم اعلیٰ ملک عبدالقدیر اعوان صاحب نے خطاب کیا جو کہ ڈیڑھ گھنٹہ سے طویل دورانیہ پر مشتمل تھا۔ خطاب نے جم غفیر کے قلوب کو اتنا متاثر کیا کہ ہر آنکھ پرنم تھی اور اپنی زندگی سنت نبوی ﷺ کے مطابق ڈھالنے کا عزم لئے ہوئے تھی۔

آپ نے اپنے خطاب میں نے سورۃ آل عمران آیت 164 تلاوت فرمائی: لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ...... الخ

رب العالمین نے عدم سے وجود تخلیق فرمایا پھر اس کو ضروریات عطا فرمائیں، پھر اُن ضروریات کی تکمیل کے ذریعے پیدا فرمائے۔ اس طرح ایک وسیع مخلوق تخلیق فرمائی۔ اللہ کی ذات کے باہر ساری مخلوق ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق کم وبیش اٹھارہ ہزار (18000) عالمین ہیں جو تمام اس کی رحمانیت سے مستفید ہو رہے ہیں۔ نبی نوع انسان کا ہر فرد اس کی رحمانیت سے مستفید ہو رہا ہے۔ اس میں مومن وغیر مومن دونوں

شامل ہیں لیکن بعثت رسول اللہ ﷺ سے صرف وہ مستفید ہورہے ہیں جو مومن ہیں، عشاق کو رشتہ بعثت پر عطا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی فرمائی۔ بیداری کا انداز، تہجد، نماز، عقائد، معاملات، اخلاقیات، موت بعد الموت، قیامت، جنت، دوزخ ہر پہلو پر دربار رسالت سے رہنمائی ملتی ہے اور یہ صراط مستقیم ہے۔ سب سے سیدھا راستہ ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچانے کے لئے آپ نے مصائب کے پہاڑوں کو عبور کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی نسبت مجھ پر زیادہ مشکلات آئیں۔ پتھر برسے، نعلین مبارک خون سے بھر گئے پھر بھی فرمایا: اللہ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ شعب ابی طالب میں تین سال نہایت تنگی اور عسرت سے گزارے۔ غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان قربانیوں کے نتیجے میں وہ جان نثار صحابہؓ تیار ہوئے جن میں سے ہر ایک پوری دنیا کے لئے ایک مثال اور ایک نمونہ تھا۔ عریش بدر میں آپ ﷺ نے فتح کی دعا مانگتے ہوئے عرض کی: یا اللہ! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔ صحابہ کرامؓ مکمل اسلام میں ڈھل گئے تھے۔ ایک صحابیؓ کے والد قبل از اسلام قیمتی کپڑے بھی ان کے لئے لاتے تو فرماتے کھردرے ہیں۔ قبول اسلام کے بعد شہادت سے سرفراز ہوئے تو بدن پر ایک چادر تھی۔ سر کی طرف سے ڈھانپ کر پاؤں قبر میں گھاس سے ڈھانپے گئے۔ اس طرح انہوں نے ذاتی مرضی کو مرضیات ذات باری تعالیٰ پر قربان کر دیا۔

خانوادہ نبوت ﷺ کے چشم و چراغ اسلامی کیلنڈر کے پہلے مہینے محرم الحرام میں خون میں نہلا دیئے گئے۔ کوفہ حضرت حسینؓ مع اہل وعیال وہاں جنگ کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اگر جنگ کے لئے تشریف لے جاتے تو حج کا موقع تھا اور بیشمار اللہ کے بندے موجود تھے۔ فرماتے تو بیشمار مسلمان ضرور ساتھ دیتے لیکن پورا خاندان تہہ تیغ کروا دیا لیکن دین میں ایک نقطہ کی کمی بیشی پر اتفاق نہیں کیا۔ یہ عظمتیں ان ہستیوں کو بارگاہ رسالت ﷺ سے عطا ہوئیں۔

ربیع الاوّل میں ولادت باسعادت بھی ہے۔ جس سے ساری مخلوق مستفید ہوئی۔ اس لئے ساری مخلوق کو چاہیے کہ آپ ﷺ سے اظہار محبت خوبصورت انداز میں کرے لیکن اس بارگاہ میں محبت بھی آداب کی پابند ہے۔ اللہ کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اپنی آواز کو آپ ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ اس بارگاہ میں زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ اپنی خطاؤں کا احساس ہوتا ہے۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، غزوہ احد کے جانثاران کے اظہار محبت کے انداز دیکھیں اور ہم اپنے انداز محبت کو دیکھیں۔ جس کو بارگاہ رسالت ﷺ کا ادراک ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کی زبان ساتھ نہیں دیتی۔

ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہماری زندگی اس طریقہ پر ڈھل گئی ہے جو طریقہ آپ ﷺ نے عطا فرمایا؟ ہمارے لمحات کیسے بسر ہو رہے ہیں؟ کیا ہم سب دین اسلام کے احکامات کو مانتے ہیں؟ نماز، تبلیغ، کاروبار، سود، سیاست، میڈیا وغیرہ ہمارے طرز زندگی کیا ظاہر کرتے ہیں اور اظہار محبت کے متعلق اسلام کیا حکم دیتا ہے؟ اور ہم کس طرح عمل کر رہے ہیں؟ ہم خود پر اسلام نافذ کیوں نہیں کرتے؟

88 ہزار خواتین قیام پاکستان کے وقت ہندو اور سکھوں نے چھینیں۔ باقی قربانیاں اس کے علاوہ ہیں اس کے باوجود آج تک ہم نے اسلام کو نہیں اپنایا۔

حضرت فاروق اعظمؓ پر عین نماز میں حملہ ہوا۔ شدید زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ قریبی یہودی جراح کو لینے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ جلدی کی وجہ سے جراح کو اپنا گھوڑا بھی نہیں لینے دیا راستے میں گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ فرمایا اُتر جاؤ۔ عرض کیا کیوں۔ فرمایا امیر المومنینؓ اس دنیا میں نہیں رہے۔ دیکھو! جانور کسی اور مالک کے ہیں۔ جس زمین میں چر رہے ہیں یہ کسی اور کی ہے۔ امیر المومنین کی اس دنیا میں موجودگی میں یہ ناممکن تھا۔ کردار کے اثرات پورے معاشرے پر آتے ہیں۔

میں صبح وشام اپنے گریباں میں جھانکتا ہوں اور اپنے کردار کا

جائزہ لیتا ہوں کہ کیا میرا کردار سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہے۔ کیونکہ قبر میں روضہ رسول ﷺ تک پردہ ہٹ جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے کہ مَا تَقُولُ بِحَقِّ هٰذَا الرَّجُل اُن کو جانتے ہو۔ اگر ایمان کامل نہ ہو تو جواب دیتا ہے کس کی بات کرتے ہو۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے "تین چیزیں قبر تک ساتھ جاتی ہیں۔ حیثیت، عزیز و اقارب اور اعمال۔ دو چیزیں واپس چلی جاتی ہیں صرف اعمال رہ جاتے ہیں۔" آج وقت ہے۔ قبر کی تیاری کر لو۔ اس کیلئے وہ طریقہ اختیار کرنا پڑے گا جو انبیاؑ نے اختیار کیا یعنی یَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ (آل عمران:164)۔ آیات کی تعلیم کلمہ توحید، شرائط ایمان، تزکیہ کیا ہے۔ جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر یقین کامل۔ درس تدریس علمائے امت نے سنبھالا۔ تزکیہ کے لئے سلاسل تصوف وجود میں آئے۔ ان سلاسل نے ذکر الٰہی کے ذریعے لوگوں کے باطن کو گناہوں کے دھبوں سے پاک کیا یہاں تک کہ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ ذکر اللہ سے اُن کا ہر باڈی سیل ذاکر ہو گیا۔ مزکی اعظم ﷺ کے اور ہمارے درمیان کافی زمانہ گزر گیا ہے اس لئے ہمیں ذکر الٰہی کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

ایک فقیر روٹیاں بیچ رہا تھا۔ آواز لگا رہا تھا باسی روٹی دو روپے اور تازہ روٹی ایک روپے کی۔ پوچھا گیا ایسا کیوں؟ اس لئے کہ باسی کا زمانہ آپ ﷺ سے قریب ہے۔

سرائے میں ایک مسافر سونے کی بالیاں بھول کر چھوڑ گیا۔ سرائے کا مالک تندور پر گیا۔ اُس سے کہا کہ یہ بالیاں مسافر چھوڑ گیا ہے۔ کیا تو اُسے جانتی ہے۔ نہیں۔ کوتوال کے پاس گیا۔ اُس نے کہا تم جانو، میرا اس سے کیا مطلب۔ صبح کے وقت کوتوال اور بڑھیا سرائے کے مالک کے پاس بالیوں کے حصول کے لئے گئے۔ لیکن رات کو ہی اُس نے سوچ لیا تھا کہ میں بے وقوف کیوں بالیاں کسی کو دوں، خود رکھ لوں۔ اور اُن کو دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ رات کو پچھلی صدی ختم ہو گئی تھی۔ اور یہ دن نئی صدی کا تھا۔ ایک صدی کی دوری کا اتنا فرق پیدا ہوا۔

ہم آقائے ﷺ سے دور ہو گئے ہیں آپ ﷺ سے صفائے قلب نصیب ہوتی ہے پھر اعمال سنت کے مطابق ڈھل جاتے ہیں۔ کیفیات قلبی نصیب ہوتی ہیں۔ معاملات ٹھیک ہوتے ہیں۔ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:69)۔

اپنی ذات کو بدلیں، گندہ باطن ظاہر کو گندہ کرتا ہے۔ پہلے اپنی ذات کو بدلیں پھر اللہ کی مخلوق تک بات پہنچائیں۔

وجود کے باڈی پارٹس، جگر، معدہ، دل و دماغ وغیرہ ہیں اس طرح روح کے باڈی پارٹس لطائف ہیں۔

لکل شی صقالة وصقالة القلوب ذکر الله ۔ ذکر اللہ سے صفائے قلب نصیب ہوتی ہے۔ لطیفہ قلب کا مقام دل کی گہرائی میں ہے۔

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں علوم باطنیہ اور ظاہریہ سے بدرجہ اتم نوازا ہے۔ حال میں بے شمار دینی کاوشوں کے ساتھ تیسری بار تفسیر قرآن بیان فرما رہے ہیں اور یہ عطا خیر القرون سے حال تک حضرت مدظلہ کے حصہ میں آئی ہے۔ اپنا تعلق اُن سے جوڑیئے توجہ شیخ سے ملتی ہے۔ سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل کی گہرائی میں اترتا جائے۔ خارج ہونے والے سانس کی چوٹ قلب پر پڑے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق نصیب ہوگا۔ زندگی سنت کے مطابق ڈھل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باعمل مسلمان بنائے۔

خطاب کے بعد جناب ناظم اعلیٰ صاحب سٹیج سے اترے تو شرکاء جلسہ نے بڑے پرتپاک انداز میں مصافحہ کیا۔ جن میں پولیس اہلکار، انتظامیہ، معززین شہر شامل تھے۔ پھر ناظم اعلیٰ صاحب حکیم عبدالماجد کے دردولت پر تشریف لے گئے۔ بڑا وسیع انتظام تھا۔ شرکاء جلسہ کے لئے احباب نے کھانے کا علیحدہ وسیع بندوبست کیا ہوا تھا۔ اور ناظم اعلیٰ اور باقی معززین کے لئے گھر کے اندر شاندار انتظام تھا۔ ڈویژنل امیر حاجی محمد شکیل صاحب اپنی بیماری کے باوجود آخری دم تک موجود رہے۔ کھانے کے بعد بڑی گرم جوشی کے ساتھ احباب نے ناظم اعلیٰ کو رخصت کیا۔

پھر دارالعرفان تقریباً 10 بجے مراجعت بخیر ہوئی۔

طب نبوی ﷺ

انجیر اور بواسیر

ڈاکٹر خالد غزنوی کی کتاب "طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس" سے اقتباس

انجیر اور بواسیر: نبی ﷺ نے انجیر کے فوائد میں دو اہم ارشادات فرمائے ہیں۔

یہ بواسیر کو ختم کر دیتی ہے۔ جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔

اسماعیل جرجانی اور ابن البیطار وہ طبیب ہیں جنہوں نے خون کی نالیوں پر انجیر کے اثرات کی وضاحت کی ہے۔ اگرچہ بوعلی سینا نے بھی اس قسم کا ذکر کیا ہے مگر وہ اس باب میں واضح بات نہیں کہتا۔ بواسیر کے تین اہم اسباب ہیں۔ پرانی قبض، تبخیر معدہ اور کرسی نشینی۔ ان چیزوں سے مقعد کے آس پاس کی اندرونی اور بیرونی وریدوں میں خون کا ٹھہراؤ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ رگیں پھول کر مسوں کی صورت میں باہر نکل آتی ہیں یا اندر کی طرف رہتی ہیں۔ بعض لوگوں کو بواسیر بیک وقت اندرونی اور بیرونی دونوں ہوتی ہے۔ فضلے کی نالی پر جب دباؤ پڑتا ہے تو اس کے ساتھ خون کی نالیوں میں بھی دباؤ بڑھتا ہے۔ چونکہ یہ پہلے ہی پھولی ہوتی ہیں۔ اس لئے پھٹ جاتی ہیں اور ان سے خون بہنے لگتا ہے۔ یہ عمل عام طور پر بیت الخلاء میں اجابت کے دوران ہوتا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلام نے جوائج ضروریات سے فراغت کے بعد ہم کو پانی سے طہارت کی ہدایت کی ہے۔ اس طہارت کے نتیجہ میں خون جلد بند ہو جاتا ہے اور عام طور پر اس زخم پر نہ تو سوزش ہوتی ہے اور نہ ہی پھوڑا بنتا ہے۔ کیونکہ زخم دن میں کئی بار دھل جاتا ہے۔ اسلام پر عمل کرنا تندرست زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ان تمام مسائل کا ایک آسان حل انجیر ہے۔ انجیر پیٹ میں تبخیر ہونے ہی نہیں دیتی۔ انجیر قبض کو توڑ دیتی ہے۔ انجیر خون کی نالیوں سے سدے نکالتی ہے اور ان کی دیواروں کو صحت مند بناتی ہے۔ ہم نے اسلامک کانفرنس برائے طب کے لئے اس مسئلہ پر طویل عرصہ تحقیقات کی۔ نتائج کے مطابق ایک لمبا عرصہ انجیر کھانے کے بعد بواسیر کے مسے خشک ہوئے ہیں عام طور پر یہ عرصہ چار ماہ سے دس ماہ تک محیط ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو تکلیف زیادہ ہوان کو صبح نہار منہ شہد کے شربت کے ساتھ پانچ سے چھ دانے خشک انجیر بتائے گئے۔ جن کی تکلیف کم تھی اور بدہضمی زیادہ ان کو ہر کھانے سے آدھ گھنٹہ پہلے انجیر کھلائی گئی اور جن کو صرف پیٹ میں بوجھ ہوتا تھا۔ ان کو کھانے کے بعد انجیر کھانی تھی۔ حافظ ابن القیمؒ نے حدیث شریف کی تشریح میں بڑا خوبصورت فقرا کہا۔ "انجیر کو نہار منہ کھانے کی تاثیر "عجیب و غریب ہے" (جاری ہے۔)

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر کام جاری ہے اور یہ تکمیل کے مراحل میں ہے اس کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں اور آخرت کے لئے زاد راہ تیار کریں۔ مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

سالانہ پروگرام سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

۱۴۳۵۔۱۴۳۶ ہجری بمطابق 2014ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
5-4 جنوری	۳۔۴ ربیع الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل اور جلسہ بعثت عالی ﷺ
2-1 فروری	۱۔۲ ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
2-1 مارچ	۲۹۔۳۰ ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
6-5 اپریل	۵۔۶ جمادی الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
4-3 مئی	۳۔۴ رجب المرجب	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
23 مئی	۲۴ رجب المرجب	جمعہ	سالانہ اجتماع شروع	
22 جون	۲۴ شعبان المعظم	اتوار	سالانہ اجتماع ختم	اجلاس جنرل کونسل
28-18 جولائی	۲۰۔۳۰ رمضان المبارک	جمعہ / سوموار	اعتکاف رمضان	
7-6 ستمبر	۱۱۔۱۲ ذیقعد	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
12-11 اکتوبر	۱۶۔۱۷ ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
2-1 نومبر	۸۔۹ محرم الحرام	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
7-6 دسمبر	۱۳۔۱۴ صفر المظفر	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	

ہدایات:

۱۔ بروز ہفتہ احسن ہے کہ عصر کے اجتماعی ذکر میں شامل ہوں یا شام سے پہلے مرکز پہنچ جائیں۔ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں۔

۲۔ 6-5 جولائی اور 2-3 اگست کو ماہانہ اجتماعات بوجہ رمضان المبارک/اعتکاف منعقد نہ ہونگے۔ بوجہ عید الاضحیٰ ماہ اکتوبر کا اجتماع 12-11 اکتوبر دوسرے ہفتہ میں ہوگا۔

to him? Today children ridicule their parents and even shun them away from their home. Children, whom they had brought refuse to accept them. However, Allah-swt never refuses anyone at any time. There are no conditions for doing Allah's zikr ,a person whether an educated or uneducated, a young or an elderly, male or female can and should do zikr. There is no such condition for it; rather, it was simply stated that whoever remembers Me-swt, I-swt will remember him.This is the highest status that can be imagined by a person, whose interests and wishes are discussed in the court of Allah-swt by Allah-swt Himself.

However, despite all the veneration which one gets by remembering Allah-swt, the most measurable and desired is the ability and sense of gratitude towards Allah-swt. A couple of days ago the lecture was about the reality of shukr, or how to express one's gratitude towards Allah-swt. It was determined that gratitude means the absolute devotionand obedience Gratitude is complete devotion in one's actions, intentions and with absolute purity of the heart.

Friends are often curious to know about their spiritual stations and their attainments. It's a very good thing to know for the purpose of working more to achieve more, but the real test of one's spiritual attainments is to analyse your own character and your devotion towards Deen. If someone's zikr has been accepted in the Court of Allah-swt, it will lead to beautification of his/her character, create a dislike for sins and a tendency towards righteousness. The basic test is to compare our yesterday with today and the improvement or decline made so far in both thoughts and actions. Therefore, it is stated that,فَاذْكُرُونِی اَذْكُرْكُم remember Me-swt and I-swt will remember you. You shall remember Me-swt in the capacity of the one who is in need and mercy, and I-swt will remember you with My-swt endowments. Then it is stated that show gratitude towards Allah-swt, which as we discussed earlier, means absolute devotion and obedience. Whenever we disobey a command of Allah-swt, it is an act of being extremely ungrateful.

There is a great wisdom in everything that Allah-swt establishes or orders to do. After the era of Khair ul Quroon (the sublime three eras, of the Prophet(saw) and the two adjacent after the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam) when the believers were spiritually so pure that everyone was a zakir; the status of learning this zikr was such that, only a few of the venerable personalities of those times learned this zikr and a very limited number among the masses learned from them. The zikr of Allah-swt has been continuing since the inception of this universe, and it will remain until the time when Allah-swt declares the end of the world.

(To be Continued)

and setting of the sun and stars, the changes of weather and season, day and night, rain and wind, countless kinds of crop and garden; what would be the provisions for the actual rider (the Rooh). Similarly since the body is a physical being, its needs are also physical and material which means that the Rooh also must have been provided with spiritual and non-material blessings. Shaikh ul Mukarram-rua would say that if when a seeker of the sublime sufi reaches Aalam-e-Amar,he has merely reached his real home,while progress will be evaluated on the basis of how far he can go beyond that.

Rooh has honoured the mankind because of its relation to the Realm of Command. However, it is unfortunate for us, that we have only focused our attention upon the grooming of the physical body, caring little about the needs of the Rooh. The reality is that the honour granted to mankind because of Rooh is so high that Allah-swt has statedفَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْThen do ye remember Me; I will remember you [Al-Baqara - 2:152]. That if you indulge in My-swt remembrance and in My-swt zikr, I-swt shall remember you. You (the humans) are the needy and you will remember me for your needs and your necessities. I-swtam the provider, the Lord and the Rabb, and I-swt will remember you with my provisions and My-swt blessings. You will remember Me-swt in the gatherings of your world, and I-swt will remember you in the gatherings of theheavens the Arsh.

There is a Hadith in Bukhari, that there are angels, whose sole duty is to search for the gatherings of zikr, and to report it to the court of Allah-swt. It is detailed in the Hadith that they roam around the earth and wherever they find such gatherings, they circle around it and call the other angels as well, and in this way their number increases and they continuously make circles around the zikr gathering. The angels then reach the court of Allah-swt where they are asked what they have witnessed. They describe that, 'O Allah-swt! We saw a group of Your-swt bondsmen who were doing Your-swt zikr and were remembering You-swt out of love. Allah-swt replies, 'bear the testimony that I-swt have forgiven all of those who were attending that gathering'. The angels then argue that, 'O Allah-swt! There were some people who were not part of that gathering but came to that place for some worldly affairs." Allah-swt replies, 'the company of these blessed people is sufficient for their salvation, and I-swt have blessed all of those in the gathering with My-swt pleasure.' Zikr of Allah-swt is a great achievement and a noble task. I don't think anything further could be said about the importance and rewards of zikr than what has been stated by Allah-swtHimself asفَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْThen do ye remember Me-swt; I-swt will remember you.

What is the value of a man especially in today's era of chaos when a person's own children refuse to talk

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munarah

From Previous Month

Beyond this universe of planets and stars is the beginning of the worlds above the heavens and above the seven heavens is the beginning of the Arsh. About the greatness of the Arsh, it is stated in Hadith that its diversity in comparison to all the heavens and the universe below it is as a vast desert is to a small ring. The Arsh are nine , and beyond the expanse of the ninth Arsh ends the Realm of Creation (Aalam-e-khalq) . At the end of the Realm of Creation, begins the Realm of Command (Aalam-e-Amr). There is no end to the Realm of Command, as it is the attribute of Allah-swt. Rooh is from the Realm of Command, and it is the home of Rooh. However, the details of how and in what way Rooh was sent from the Realm of Command is beyond human understanding, like it is stated in the Holy Quran, قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا Say: "The Spirit (cometh) by Commandof my Lord: of knowledge it is only a little that is communicated to you, (O men!)" 'It is sufficient for you to know that Rooh belongs to the Realm of Command and beyond that it will be difficult for you to comprehend because there are limits to human knowledge'. The limit of the human knowledge ends at the end of the Realm of Creation; the spiritual knowledge and attainments increase whereas the material knowledge has limits.

The relation of Rooh to the Realm of Command has elevated the status of mankind among various creations of the Almighty-swt. The physical body of the human being is actually a kind of tool for the Rooh which it uses in this material world. It is akin to a ride or a vehicle on which the Rooh has to complete the journey of this life. Allah-swt has provided mankind with everything in this world as is stated in the Holy Quran خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا 'He Who hath created for you all things that are on earth [Al-Baqara - 2:29]'. And His-swt provisions are in quantities that could not be counted وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا If ye would count up the favours of Allah-swt, never would ye be able to number them [An-Nahl- 16:18]. And all of these provisions are for the physical needs of the mankind. It could be easily deduced that if the ride of the Rooh (the body) is provided with so much benefits, ranging from the rising

wish to attend the I'tekaf arrived and Hazrat Ameer ul Mukarram-mza left his I'tekaf and proceeded to Chakrala to accompany Hazrat Ji rua. After this it became Hazrat Ji rua's routine to spend the last ten days of Ramadan al Mubarak at Munara. Although he stayed in his special room at Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's house, yet he would spend a considerable time with Ahbab in the Masjid.

Initially the number of Ahbab for the Sunnat I'tekaf was about 40 to 50, but later the numbers swelled to about 300. In the last 10 days, Ahbab arrived from various cities with the intention of doing Nafil I'tekaf, and on Fridays the numbers swelled further with them wanting to offer their Jum'ah Salah with Hazrat Ji rua, and specially on the occasion of Jum'ah tul Wida, Ahbab in large numbers would arrive in Munara. In 1982, the annual Ijtema' was held at Dar ul Irfan instead of the Munara School, and the I'tekaf also started being held there and continues to this day. However, now the large area of Dar ul Irfan seems small compared to the large number of Ahbab who come for I'tekaf. The I'tekaf here is not representative of any ordinary Masjid that is partitioned by sheets and curtains, but represents in its essence a glimpse of the I'tekaf held at the Two Holy Masjids (Bait al Haram at Makkah and the Masjid e Nabvi saws at Madinah Munawwarah). At Munara, everyone is in I'tekaf, except those who, because of their administrative responsibilities are advised to observe the Nafil I'tekaf instead of the Sunnat I'tekaf. They observe Nafil I'tekaf during their spare time, but spend the most of their time in making elaborate arrangements pertaining to the Sahri and Iftari of the Ahbab.

Every Sathi follows a collective program during I'tekaf. Along with extended Zikr sessions, programs of religious education are arranged, followed by exams at the end, and award of certificates to the successful students. The sure effects of frequent Zikr and meditation, less conversation and less sleep during I'tekaf manifest themselves in abundant spiritual visions and feelings, of which every Sathi is amply rewarded, commensurate with his capacity. Lailah tul Qadr falls during this period and many Ahbab are blessed to actually perceive its reality.

Despite the passage of a long time even today the I'tekaf at Dar ul Irfan evokes the memories of the I'tekafs held during Hazrat Ji rua's time in the Masjid of Munara. All the Ahbab within the Masjid would respectfully stand up in files as they heard Hazrat Ji rua, leaning on his walking stick, approaching the Masjid from HazratAmeer ul Mukarram-mza's home. As soon as Hazrat Ji rua entered they would sit down in rows for Zikr and during Maraqbah (meditation) the Arwah (plural of Rooh) of the Sathis would fly like flocks upon flocks of birds, crossing the borders of the Higher Realm in such manner, that the preceding Aulia would be amazed as to who these people were, in whose path even the Veils of the this Realm were no obstacle!.

(To be Continued)

'O Pir, wild boars come here at night and destroy our crops, so give us a Taviz to stop them.' The Pir said Taviz do not stop boars, you keep some bulldogs.' The villagers replied, 'O Pir. For us, you are our bulldog and you are our greyhound!'

A Maulvi Sahib came to Hazrat Ji rua and petitioned that he had commenced studying 'Tafseer Ibn-e Katheer' but kept forgetting it, as his memory was failing him and if Hazrat Ji rua may give him a 'Wazifah'.

Hazrat Ji rua told him, After every Salah, place your right hand on your head and recite 11 times: "Ya Hafiz-o, Ya Hafiz-o". The most important part of the treatment is to give up sins. Imam Shafi rua's Shaikh has advised to give up sins as cure for failing memory, because knowledge is Allah swt's Noor (Light) and a Blessing, and this Blessing does not co-exist with sins. Apart from that you should also eat five pieces each of Munnaka (dry raisin) and almonds before going to bed. Slowly increase the number to ten each. Do not deseed the Munaka but eat it with the seed. Insha Allah the brain will remain healthy.

Thereafter their conversation resumed, but soon the Maulvi Sahib inquired for the second time, 'Hazrat, seven pieces of Munaka?' Hazrat Ji rua was very amused and said, "Once I went for a Jalsah to Potohar, when I was not yet associated with Hazrat Abdur Raheem rua, it was before that. There I met a Pir, Rukna Wallay, who said to me, 'Ustad Ji, let me show you something interesting... here comes a Maulvi Sahib,' and as soon as the Maulvi Sahib was seated, the Pir Sahib asked him, 'What is your name?' And the Maulvi thoughtfully replied, 'Oh I have forgotten!' After recounting this incident Hazrat Ji rua turned back to the Maulvi Sahib and said, 'I told you about the Munaka just now and you have forgotten it!'

I'tekaf of Ramadan ul Mubarak

By 1975, the numbers of the Chakwal Ahbab, who did the I'tekaf in their respective local Masjids grew considerably so, before Ramadan they decided to do the I'tekaf together in one Masjid so that Zikr could be done collectively. When Sathis from other cities got to know, they too reached Chakwal and in 1975 in Chakwal's Majdadia's Masjid approximately 25 Ahbab took part in a collective I'tekaf. Hazrat Ji rua expressed his pleasure at this initiative, and himself came for a day in the 1978 I'tekaf, but after Maulvi Sulaiman's expulsion from the Silsilah in 1979, the collective I'tekaf program in Chakwal came to an end.

In the same year, Hazrat Ji rua made Munara as the Silsilah's centre and instructed the Ahbab to reach Munara directly for all future programs. As since 1970 the annual Ijtema' had commenced at the Munara School, now after Hazrat Ji rua's instruction it became necessary that the I'tekaf should also be held here. As usual, the host for the occasion was Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, but as the number of Ahbab coming for I'tekaf was considerably less than at Ijtema' time, he handed the responsibilities over to his family and joined in the I'tekaf. Meanwhile, the news of Hazrat Ji rua's

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

From Previous Month

Sense of Humour

During these conventions, along with Hazrat Ji rua's precious religious instruction and eye opening discourses, there was also a display of Hazrat Ji rua's pleasant temperament and sense of humour. In the 1977 or 1978 Langar Makhdoom Ijtema', Hazrat Ji rua was seated surrounded by the Ahbab. A slight distance away Qazi Ji rua, whose age then was not less than 115 years was sitting on his patched prayer mat in a state of meditation. Hazrat Ji rua said, "Look at Qazi Ji, for 22 years he stayed on the first Latifah Qalb, as there was no one to take him further, but now he is sitting like Khawajah Khizr (can guide others). He is now a Salik al Majzoob." The conversation turned towards Qazi Ji rua's Nafs. HazratJi rua charmingly regaled the Ahbab about the way Qazi Ji rua treated his Nafs. This conversation got recorded and can amply demonstrate Hazrat Ji rua's sense of humour.

Qazi Ji mentioned about his treatment of his Nafs. He said: I give my Nafs dry bread to eat, it asked for tea, I said, 'take this; you ask for tea? I'll give you dry bread!'

When Qazi Ji-rua was asked how he ate the dry bread, he replied: With a handful of milk, tea water and salt. Everyone said, 'sweeten it', I replied, 'no the Nafs wants sugar, I won't give it sugar.'

Ahbab enjoyed it for quite a while. Then Hazrat Ji rua added,

I said to Qazi Ji, 'That's a great thing you've done! You surely are meting out some treatment to the poor thing! At the moment this is an amusement for you but on the Day of Judgment it will catch you. It will complain to Allah swt that you did not treat it well. Qazi Ji replied, No Sir, it is only misbehaving; I give it enough and satiate it fully. If I give it more than that, it starts to kick and bounce.'

This amused the assembly further.

In an assembly, Hazrat Ji rua was discussing the topic of Tasawwuf with the Ahbab when the conversation turned towards false Pirs and their followers. Hazrat Ji rua narrated the story of a Pir. He said, "There is a place near Sargodha where wild boars would destroy the crops. A Pir went there. He was clean shaven, neither said his prayers nor fasted, and was also in the habit of drinking Hemp. The Pir's followers were also like him. The simple villagers went up to him and said,

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ادار العرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1۔ تعارف (اردو)	15.00
2۔ تعارف (انگلش)	20.00
3۔ دلائل السلوک (اردو)	250.00
4۔ دلائل السلوک (انگریزی)	250.00
5۔ حیات النبی ﷺ	30.00
6۔ حیات برزخیہ (اردو)	200.00
7۔ حیات برزخیہ (انگریزی)	40.00
8۔ اسرار الحرمین	80.00
9۔ علم و عرفان (اردو)	25.00
10۔ علم و عرفان (انگریزی)	25.00
11۔ عقائد و کمالات علمائے دیوبند	50.00
12۔ سیف اویسیہ	40.00
13۔ تفسیر آیات اربعہ	25.00
14۔ الدین الخالص	200.00
15۔ ایمان بالقرآن	80.00
16۔ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	200.00
17۔ تحقیق حلال و حرام	40.00
18۔ شکست اعدائے حسینؓ	30.00
19۔ داماد علیؓ	20.00
20۔ بنات رسول ﷺ	15.00
21۔ الجمال والکمال	40.00
22۔ حیات طیبہ اول	600.00
23۔ حیات طیبہ دوئم	500.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔ اسرار التنزیل (اردو) تفسیر قرآن چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	2100.00
2۔ اسرار التنزیل (انگلش) تفسیر قرآن پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	2000.00
3۔ اکرم التفاسیر (زیر طبع) تفسیر قرآن جلد اول تا جلد گیارہ (فی جلد)	380.00

1۔ غبار راہ اول	150.00
2۔ غبار راہ دوئم	100.00
3۔ ارشاد السالکین اول	50.00
4۔ ارشاد السالکین دوئم	30.00
5۔ لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔ دیار حبیب میں چند روز	40.00
7۔ نور و بشر کی حقیقت	20.00
8۔ کنز الطالبین	200.00
9۔ راہی کرب و بلا	20.00
10۔ رموز دل	50.00
11۔ حضرت امیر معاویہؓ	35.00
12۔ طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔ تعلیمات و برکات نبوت	200.00
14۔ خطبات امیر	120.00
15۔ کنوز دل	250.00
16۔ نقوش	500.00
17۔ درود و سلام	20.00
18۔ تصوف کیا ہے	20.00
19۔ شجرہ مبارک	20.00
20۔ محافل شیخ	200.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحبؒ

1۔ انوار التنزیل	25.00
2۔ چراغ مصطفوی ﷺ	35.00
3۔ اطمینان قلب	60.00
4۔ تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔ تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	120.00
6۔ کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7۔ کس لئے آئے تھے (انگلش)	25.00
8۔ بزم انجم	40.00
9۔ عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ ذکر اللہ (اردو)	15.00
11۔ لغزشیں	25.00
12۔ مغالطے	30.00
13۔ ٹھوکریں	20.00
14۔ قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ	15.00
15۔ فقہ اور ہماری زندگی	40.00
16۔ والناس	10.00
17۔ خدایا ایں کرم بار دگر کن	40.00
18۔ تصوف کی پہلی کتاب	50.00
19۔ تصوف کی دوسری کتاب	70.00
20۔ تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	100.00
21۔ دین و دانش	25.00
22۔ اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ ہشت روزہ کورس	200.00
2۔ سہ ہفتہ کورس	300.00
3۔ پنج ہفتہ کورس	250.00
4۔ پیشین گوئیاں	30.00
5۔ اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
6۔ اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	120.00
7۔ طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون 04235182727
شعبہ نشر و اشاعت دارالعرفان منارہ ضلع چکوال Phone: +92543562200 Fax: +92543562198
E-mail: darulirfan@gmail.com web site: www.oursheikh.com

ماہنامہ
المرشد

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

عَنْ عَبْدُاللّٰہِ بِنْ عُمَرْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ لِکُلِّ شَیْ ءٍ صِقَالَۃٌ وَ اِنَّ صِقَالَۃَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ وَ مَا مِنْ شَیْ ءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، قَالُوْا : وَلَا الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ؟ قَالَ: وَلَوْ اَنْ تَضْرِبَ بِسَیْفِکَ حَتّٰی یَنْقَطِعَ

Narrated by Hazrat Abdullah bin Omer the Prophet (saw) said that for everything there are means and ways of cleansing and polishing. The cleansing and polishing of hearts is done by Zikr Allah. There is nothing better than Zikr Allah in saving a person from Allah's wrath. The companions asked wether it was even better than fighting in Allah's cause? Yes, replied the Prophet (saw) even if sword of the fighter is broken into pieces.

Repetitive recitation (wazeefa) of Darood Sharif (praying blessing for the Prophet) is a universal remedy for success in this world and hereafter. This is the saying of the Holy Prophet (S.A.W.S).

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

January 2014
Rabi ul Awal 1435H

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255